سہ ماہی امینِ شریعت بریلی شریف

خانوادۂ رضویہ کی شرعی خدمات

Oct. to Dec. 2021

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۱ء

خصوصی شمارہ

زیرِ سرپرستی

حکیمِ شریعت پیرِ طریقت نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ امینِ شریعت قاضیٔ چھتیس گڑھ حضرت علامہ الحاج الشاہ

مفتی محمد سلمان رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ امینِ شریعت بریلی شریف

مدیرِ اعلیٰ

محمد اشرف رضا قادری

ناشر

خانقاہِ امینِ شریعت بریلی شریف

بیادگار: حضور امین شریعت حضرت مولانا مفتی محمد سبطین رضا خان علیہ الرحمہ، بریلی شریف

زیر سرپرستی: شہزادۂ امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سلمان رضا خان صاحب مدظلہ العالی

Oct. to Dec. 2021

مذہبِ اہلسنّت کا ترجمان یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

سہ ماہی امین شریعت

بریلی شریف

مجلسِ اِدارت

مفتی محمد خالد علی رضوی شمسی
اروال بہار
علامہ سید اولاد رسول قدسی
امریکہ
ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری
پٹنہ
مولانا مفتی راحت خاں رضوی
بریلی شریف
مولانا محمد قمرالزماں مصباحی
پٹنہ
مفتی شمشاد حسین رضوی
بدایوں
مفتی محمد اختر حسین علیمی
جمداشاھی
مولانا انیس عالم سیوانی
مولانا محمد مفتی ذوالفقار خاں نعیمی
کاشی پور
مولانا نشتر فاروقی رضوی
بریلی شریف
مولانا مفتی مقصود عالم ضیائی
کرناٹک
مولانا محمد عبدالمالک مصباحی
جمشید پور
مولانا شاہد القادری رضوی
کلکتہ

مجلسِ مُشاوِرَت

مولانا مفتی عسجد رضا خاں قادری
بریلی شریف
مولانا مفتی سید حسنی میاں اشرفی
ناگپور
مولانا عدنان رضا قادری
بریلی شریف
مولانا مفتی عاشق حسین کشمیری
مولانا حبیب رضا خاں قادری
بریلی شریف
مولانا عمران رضا خاں "سمنانی میاں"
بریلی شریف
مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب کیشکال چھتیس گڑھ
بریلی شریف
مولانا منصور فریدی بہار
مولانا مفتی شاکر علی رضوی مصباحی
کانکیر شریف
مولانا عتیق الرحمن رضوی
مالیگاؤں
الحاج ہارون عثمان صاحب
دھمتری
الحاج غیاث الدین عرف ثاقب رضوی
رائے پور
الحاج عبدالرشید رضوی
رائے پور
محترم عبدالصبور برکاتی رضوی
بریلی شریف

مدیر اعلیٰ
محمد اشرف رضا قادری
مدیر
مولانا محمد سفیان رضا قادری

قانونی انتباہ!
کسی بھی طرح کی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ مضمون نگار کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

اس شمارہ کی قیمت ۵۰ روپے، سالانہ ۲۲۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک

नोट: क़ारेईन रेसला से मोत्ल्लिक़ किसी भी तरह की शिकायत या मालूमात के लिए सुबह 9 बजे से दोपहर 2 बजे तक मोबाइल नो. 6395565173 पर राबता करें.

AMEEN-E-SHARIAT **RNI NO.: UPURD/2017/72176**

Owner, Publisher & Printer **Mohammad Ashraf Khan Printed at Faiza Printers** Bara Bazar, Bareilly (U.P.) Published from 110, Kanker Tola, Near Dargah Ameen-e-Shariat, Old City,Bareilly (U.P.) 243005,
Editor Mohammad Ashraf Khan

اس شمارے میں

اداریہ

اختلافِ رائے:
حدود، آداب اور اخلاقی تقاضے

از قلم: محمد اشرف رضا قادری

اختلافِ رائے ہر انسان کا بنیادی، آئینی بلکہ فطری حق ہے۔ جس طرح پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، اسی طرح انسانی طبیعتیں یکساں نہیں ہوتیں۔ مزاج وطبیعت اور ذوق ووجدان میں طبعی لحاظ سے یکسانیت نہ ہونے کے سبب اختلافِ رائے کا پایا جانا کوئی معیوب امر نہیں، بلکہ یہ ایک فطری عمل ہے۔ ہم جس معاشرے میں زندگی گذارتے ہیں، اس میں ہم بارہا دیکھتے ہیں کہ باپ بیٹے میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ ماں بیٹی میں اختلاف اور استاذ شاگرد میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اس کی واحد وجہ یہی ہے کہ اختلافِ رائے انسان کی فطرت میں داخل ہے اور یہ وہ طبعی جذبہ ہے جو نہ چاہتے ہوئے بھی انسان سے سرزد ہوجاتا ہے۔ غرض کہ کسی بھی معاملے میں اختلافِ رائے کا پایا جانا ایک فطری عمل ہے اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنا ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔ اختلافِ رائے یا بلفظِ دیگر اختلافِ علما کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

و قال ابو یزید البسطامی : عملت فی المجاهدة ثلاثین سنة ، فما وجدت شیئا اشد علی من العلم و متابعته ولو لا اختلاف العلماء لشقیت و اختلاف العلماء رحمة.

شیخ الشیوخ ابو یزید بسطامی رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا۔ علم اور اس کی پیروی (اتباعِ شریعت) سے زیادہ دشوار کوئی عمل نہیں پایا۔ اگر علمائے کرام کے اختلافات (فروعی مسائل میں) نہ ہوتے تو میں مشقت میں پڑ جاتا۔ علما و مجتہدین کے اختلافات رحمت ہیں۔

(الاعتصام للشاطبی، جلد اول، ص:156، مطبوعہ: مکتبۃ التوحید، بیروت)

اب رہا یہ سوال کہ کون سا اختلاف محمود ہے اور کون سا اختلاف مذموم؟ تو یہ حسنِ نیت پر موقوف ہے۔ اگر ایک بیٹا اپنے باپ سے اور ایک شاگرد اپنے استاذ سے کسی دینی امر یا علمی مسئلہ میں اختلاف کرتا ہے اور اس کا مقصد باپ یا استاذ کو ذلیل کرنا یا نیچا دکھانا نہیں ہے، بلکہ علم وشریعت کا تحفظ یا مفادِ عامہ کی رعایت مقصود ہے تو یہ اختلاف بہر حال محمود و مستحسن ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو ایسا اختلاف معیوب و غیر مستحسن ہے۔ فقہا و مجتہدین کے درمیان فروعی مسائل میں جو اختلافات رونما ہوئے، ان کا تعلق قسمِ اول (اختلافِ محمود) سے ہے۔ اور اسی قسم کے علمی وفروعی اختلاف کو حدیثِ پاک میں ''رحمت'' کہا گیا ہے۔ یہاں اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اصولِ دین میں اختلاف مذموم، قبیح اور موجبِ ضلالت ہے۔ دین کے فروعی مسائل میں اختلاف محمود اور باعثِ رحمت ہے۔ حدیثِ پاک: اختلاف امتی رحمۃ میں ''امت'' سے مراد خواصِ امت یعنی فقہا و مجتہدین ہیں۔ خاتم المحدثین حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع الصغیر میں امام بیہقی ومقدسی کے حوالے سے یہ حدیث (اختلاف امتی رحمۃ) نقل فرمائی ہے۔ علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمہ اس کی توضیح وتشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(اختلاف) افتعال من الخلف و هو ما یقع من افتراق بعد اجتماع فی امر من الامور

ذکرہ الحرانی (امتی) ای مجتھدی امتی فی الفروع التی یسوغ الاجتھاد فیھا فالکلام فی الاجتھاد فی الاحکام کما فی تفسیر القاضی قال فالنھی مخصوص بالتفرق فی الاصول لا الفروع انتھی. قال السبکی : و لا شك ان الاختلاف فی الاصول ضلال و سبب کل فساد کما اشار الیہ القرآن

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، جلد اول، ص:209، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ: اختلاف بابِ افتعال کا مصدر اور خلف سے ماخوذ ہے۔ حرانی کے بقول: کسی بھی امر میں اجتماع کے بعد افتراق رونما ہونے کو ''اختلاف'' کہتے ہیں۔ زیر نظر حدیث (اختلاف امتی رحمۃ) میں امت سے مجتہدین مراد ہیں یعنی اجتہادی مسائل اور فروعیات میں میری امت کے مجتہدین کا اختلاف باعثِ رحمت ہے۔ جیسا کہ تفسیرِ قاضی میں مرقوم ہے اور جو اختلاف ممنوع و منہی عنہ ہے، وہ اصولِ دین میں اختلاف ہے، نہ کہ فروع میں۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ اصول میں اختلاف گمراہی اور ہر قسم کے فساد کی جڑ ہے جیسا کہ قرآن میں اس کی طرف اشارا کیا گیا ہے۔

مذکورہ اقتباس سے ظاہر ہوا کہ ہر اختلاف مذموم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اختلاف محمود بھی ہوتا ہے۔ امام عبد القادر بن طاہر البغدادی نے ''الفرق بین الفرق'' میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہا و مجتہدین کے فقہی اختلاف کو اس لیے مذموم نہیں فرمایا کیوں کہ یہ اصولِ دین میں متفق ہیں۔ نیز فروعی مسائل میں اختلافِ رائے معیوب نہیں بلکہ مندوب و مستحسن ہے۔ صحابۂ کرام، تابعینِ عظام و دیگر ائمہ فقہ و اجتہاد کے مابین جو فروعی اختلافات رونما ہوئے، وہ خلوص، حسنِ نیت اور تنقیحِ مسائل کا نتیجہ ہیں۔ تعصب و تنگ نظری، ذاتی مفاد اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اختلافات امت کے حق میں رحمت ہیں۔ امام شاطبی علیہ الرحمہ ایسے اختلاف کو اختلاف بھی نہیں مانتے بلکہ اس کو اتفاق سے تعبیر کرتے ہیں۔

فاختلافھم فی الفروع کاتفاقھم فیھا یعنی فروعی مسائل میں مجتہدین کا اختلاف ان کے اتفاق کے مثل ہے۔

(الاعتصام للشاطبی، 2/169، مطبوعہ: مکتبۃ التوحید، بیروت)

زمانۂ خیر القرون میں اختلافِ رائے کے نمونے

قرآنِ مقدس سورۃ الانبیاء، پارہ: ۱۷ میں دو جلیل القدر پیغمبر حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے مابین ایک فقہی اختلاف کا تذکرہ موجود ہے۔ زمانۂ خیر القرون (جو در اصل عہدِ رسالت و دورِ صحابہ و تابعین ہے اور جس کی سعادت و فضیلت کے بارے میں حدیث آئی ہے) میں اختلافِ رائے کے بے شمار نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس نوع کے اختلافات سے کتب احادیث اور تاریخ و سیر کے اوراق مملو ہیں۔ لیکن وہ اختلافات آج کی طرح باعثِ زحمت نہیں بلکہ باعثِ رحمت تھے۔ اس حوالے سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ قرآنی ارشاد: **وامرھم شوریٰ بینھم** (اہلِ ایمان کے معاملے باہمی مشوروں سے طے ہوتے ہیں) پر عمل کرتے ہوئے حضور معلمِ کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دینی امور میں اپنے جاں نثار صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان کے مفید مشوروں پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے مشاورتی نشست میں کبھی اختلافِ رائے بھی ہوتا۔ صحابۂ کرام اپنی اپنی رائے پیش فرماتے اور بحث و تمحیص کے بعد جو نظریہ قوم و ملت کے حق میں زیادہ مفید اور نفع بخش ہوتا، اتفاقِ رائے سے اس پر عمل کیا جاتا۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کی اہلیہ کے سامنے ایک رائے رکھی، جس پر انہوں نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ کا حکم ہے یا رائے؟ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتی ہوں اور اگر رائے ہے تو اس میں اختلاف کی گنجائش رکھتی ہوں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور علیہ

السلام کا رجحان کچھ اور تھا، جب کہ فیصلہ سے قبل حضرتِ عمر و دیگر صحابۂ کرام کی رائے کچھ اور تھی۔ غزوۂ اُحد سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مدینہ منورہ کے حدود میں رہ کر کفار و مشرکین سے جہاد کرنے کی تھی اور دیگر اصحاب کی طرف سے حدودِ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی رائیں بھی سامنے آئیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صلح کے بعض شقوں پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بعض امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق رائے نہ رکھنا یا رائے نہ دینا بھی احادیث و آثار سے مفہوم ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں درجنوں واقعات ایسے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام یا دیگر اصحاب سے مختلف اپنی رائے پیش کی اور ان کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی۔ آپ کے بارے میں اس لیے کہا گیا ہے:

"الموافق رایہ بالوحی و الکتاب"

ایک منافق کی نماز جنازہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس منافق کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ (تفسیر کبیر 16 / 152 تحت آیت ولاتقم علی قبرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ کے اصحابِ اطہار میں کثرت سے اختلافِ رائے کے نمونے سامنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ دفن سے متعلق صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آرا میں اختلاف ہوا۔ طبقاتِ ابن سعد و دیگر کتبِ سیرت میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کی نیابت و جانشینی کے بارے میں صحابۂ کرام کے مختلف آرا سامنے آئے اور کافی بحث و تمحیص کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلافصل تسلیم کیے گئے۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۵۲ رمیں مذکور ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے فوراً بعد ہی فتنۂ مانعین زکوۃ رونما ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق کی رائے یہ تھی کہ مانعینِ زکوۃ سے قتال کیا جائے، جب کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ فتنۂ مانعینِ زکوۃ اور صحابۂ کرام کے علمی اختلاف کی وجوہات کو امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں تفصیل سے لکھا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، لابن کثیر، جلد: ۶ ر، ص: ۳۱۵ بیروت)

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح منکشف ہوگئی کہ زمانۂ رسالت سے لے کر زمانۂ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد تقریباً ہر دور میں ائمہ و مجتہدین، فقہا و محدثین، احناف و شوافع، مالکیہ و حنابلہ و دیگر اصحابِ فضل و کمال و رجالِ علم و تحقیق کے درمیان علمی و فقہی مسائل میں اختلافات رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ امتدادِ زمانہ و مرورِ ایام کے ساتھ نت نئے مسائل ابھرتے رہیں گے اور اصحابِ فکر و دانش اپنے تحقیقاتِ نادرہ سے دینی و فقہی مسائل حل کرتے رہیں گے۔ **کم من شئ یختلف باختلاف الزمان و المکان** (اختلافِ زمان و مکان کے سبب اشیا کے احکام بھی بدل جاتے ہیں)۔ وقت و حالات بدل رہے ہیں تو شرعی ضرورتوں کی تکمیل کے پیش نظر احکام میں تبدیلی یا تخفیف بھی ہو رہی ہے۔ حقیقی معنوں میں جو مفتی و فقیہ ہوگا اور جس کے اندر مقاصدِ شریعت کا شعور و ادراک پایا جائے گا، وہ قدیم فقہی و شرعی جزئیات کی روشنی میں جدید مسائل کی توضیح و تنقیح کا حق دار ہوگا۔ جیسا کہ آج باصلاحیت فقہائے عظام و مفتیانِ کرام فقہی سیمیناروں میں دادِ تحقیق دے رہے ہیں اور اتفاقِ رائے سے جدید مسائل کا حل تلاش کیا جا رہا ہے۔

اختلافِ رائے کے دو مذموم اسباب

اختلافِ رائے ایک فطری امر ہے۔ انسانی طبائع مختلف ہوا کرتی ہیں اور ہر ایک کا ذوق و وجدان جداگانہ نوعیت کا حامل ہوا کرتا ہے، اس لیے ضروری نہیں کہ کسی کے اختیار کردہ موقف کو دوسرا شخص بعینہٖ قبول کر لے اور اس میں اختلاف نہ ہو۔ اختلاف سے پہلے وجہِ اختلاف پر غور کرنا ضروری ہے۔ اختلاف اگر علمی نوعیت کا ہوا اور علم و استدلال کی روشنی میں کسی موقف کو رد کیا گیا ہو تو یہ استدلال بہر حال

محمود و مستحسن ہے اور ایسے اختلاف کو ہمیں زحمت کے بجائے رحمت سمجھنا چاہیے۔ اب رہا وہ اختلاف جو جہالت، نفسانیت اور تعصب و تنگ نظری کے سبب ہو تو یہ اختلاف بہر حال مذموم ہے اور یہی وہ اختلاف ہے جو امت کے حق میں رحمت کے بجائے زحمت ہے۔ اسی اختلاف نے آج امت مسلمہ کی قومی وحدت اور ملی اتحاد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ امت مختلف ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے اور مخالفین اس کا بھر پور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بہر کیف! مذموم اسباب کی بنا پر جو اختلافات رونما ہوتے ہیں؛ ان کی متعدد قسمیں ہیں، جن میں سے دو قسمیں اساسی نوعیت کی حامل ہیں۔ اختلاف کی باقی قسمیں انہیں دونوں ضمن میں آتی ہیں۔

[۱] وہ اختلاف جو جہل کی بنیاد پر ہو۔ [۲] وہ اختلاف جو تعصب و تنگ نظری اور نفس پرستی کی بنا پر ہو۔

جماعتِ اہل سنت میں اختلاف و انتشار اسی وقت ختم ہو سکتا ہے، جب کہ اختلاف کی ان دونوں وجہوں کا خاتمہ ہو۔ ہم جس دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں، یہ عالمِ اسباب ہے۔ یہاں سبب اور مسبب کی حکمرانی ہے۔ جہاں سبب پایا جائے گا، وہاں مسبب کا وجود ہوگا۔ جائز سبب، جائز و مستحسن مسبب کو وجود بخشے گا اور مذموم و غیر مستحسن سبب، مذموم مسبب کو جنم دے گا۔ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ امراض کے ازالے سے پہلے ان کے اسباب کا ازالہ کیا جائے۔

جہل کی بنیاد پر اختلاف

اختلاف و انتشار کے سارے انواع و اقسام جہالت، نادانی، مسائل سے عدم واقفیت اور صحیح بات معلوم نہ ہونے کی بنا پر وجود میں آتے ہیں۔ جہل تمام برائیوں کی جڑ ہے اور ہر قسم کے زوال و فساد کا پیش خیمہ بھی۔ جہالت سے بڑا انسان کا کوئی دشمن نہیں۔ قوموں کو ہمہ جہت پسماندگیوں سے دوچار کرنے اور معاشرے میں اختلاف و انتشار کی مسموم فضا تیار کرنے میں جہل نے ہر دور میں بڑا افسوس ناک کردار ادا کیا ہے۔ اختلاف سے پاک معاشرے کی تشکیل اور صحت مند سماج کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس مہلک مرض کا خاتمہ کیا جائے۔ کیوں کہ اختلاف کی وجوہات میں "جہالت" ایک اہم سبب ہے جس کی بنا پر معاشرے میں نوع بہ نوع اختلافات رونما ہوتے ہیں۔ مذہبی احکام سے جہالت، دینی و فقہی مسائل سے لاعلمی، شرعی احکام کے مابین درجات اور ان کے حدود سے ناواقفیت، زیر بحث مسائل و موضوعات کے تمام ممکنہ گوشوں تک عدم رسائی۔ جہل کے بطن سے جنم لینے والا یہ وہ مرض ہے جس نے امتِ مسلمہ کو پوری طرح بیمار کر دیا ہے اور اسے اختلاف و انتشار کا شکار بنا کر رکھ دیا ہے۔ دینی و شرعی مسائل میں عقل کا گھوڑا دوڑانے سے کام نہیں چلتا، یہاں مقاصدِ شریعت کا ادارک اور دین کے اصول و مبادی کا گہرا علم ضروری ہوتا ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ آج دینی و شرعی مسائل میں ہر کس و ناکس کی مداخلت، اہم فقہی مباحث میں علم و استدلال کو اہمیت دینے کے بجائے عقلیت پسندی، لفاظی و خیال آرائی اور فقہ کا معمولی علم رکھنے والے شخص کی رائے زنی و فتویٰ بازی نے امت کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اسی قسم کے جاہلوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسًا جہالاً، فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و أضلّوا

(بخاری شریف، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بندوں سے یک لخت علم کو سلب نہیں کرے گا۔ بلکہ علمائے کرام کو موت دے کر علم کو اٹھا لے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ اپنا پیشوا جاہلوں کو بنا لیں گے۔ پس ان سے سوال کیا جائے گا۔ جہلا بلا علم فتویٰ دیں گے اور نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تعصب و تنگ نظری کی بنا پر اختلاف

تعصب ایک تباہ کن اخلاقی مرض ہے، جو بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں تعصب کے جراثیم پھیل جاتے ہیں، اس کو اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں اور معاشرے میں بسنے والے افراد کو مفلوج بنا دیتے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ درخت کی جڑیں اتنی گہری نہیں ہوتیں جتنی تعصب کی ہوتی ہیں۔ والٹیئر نے سچ کہا تھا: تم اگر چہ تعصب کو دروازے سے باہر نکال دو مگر یہ کھڑکی کے راستے سے واپس اندر آجائے گا۔ اس کی وجہ یہی کہ تعصب کی جڑیں بڑی گہری ہوتی ہیں اور مہذب سماج کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے آج مسلمان جن قبیح اور مہلک امراض میں مبتلا ہیں، ان میں ایک تعصب و تنگ نظری بھی ہے۔ اسی تعصب و تنگ نظری نے ہماری ایمانی قوت ہم سے چھین لی۔ ہم قیادت و سیادت سے محروم ہوکر ادبار و انحطاط کے قعرِ مذلت میں جا گرے اور بڑی بڑی سلطنتوں سے ہم ہاتھ دھو بیٹھے۔ سلطنتِ بنو امیہ، سلطنتِ عباسیہ نیز مغل اور عثمانی حکومت کے زوال میں ایک بڑا سبب تعصب بھی رہا ہے۔ اختلافِ رائے کے مذموم اسباب میں دوسرا اہم سبب تعصب و تنگ نظری ہے۔ ایک شخص اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ فلاں بات یا فلاں موقف جو فلاں صاحب کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، وہ درست اور صحیح ہے، لیکن حق و صداقت کو پسِ پشت ڈال کر وہ محض تعصب و تنگ نظری، خاندانی رقابت اور قومیت و علاقائیت کی بنیاد پر اسے تسلیم نہیں کرتا ہے یا پھر اس سے اختلافِ رائے کرتا ہے۔ اسی طرح انسان قومی ہمدردی، مذہبی و سیاسی ہم آہنگی اور مسلکی و مشربی اتحاد کی بنیاد پر حق بات ماننے سے انکار کرتا ہے۔ یا پھر ان باتوں سے قطع نظر محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور جذبات کی تسکین کے لیے اختلاف کرتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا اپنے نبیوں سے اختلاف اور کفارِ مکہ کا اسلام اور مسلمانوں سے اختلاف و عناد کا بنیادی محرک یہی تعصب تھا۔ قرآن مقدس میں ہے: الذین آتیناھم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم۔ جنہیں ہم نے کتاب دی (یہود و نصاریٰ) وہ انہیں (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو) ایسے جانتے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اسلام کی حقانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت سے بخوبی واقف تھے، لیکن محض تعصب و عناد کی بنیاد پر حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اسی طرح مکہ کے کفار و مشرکین اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان لینے کی صورت میں ان کی سیادت اور چودھراہٹ ختم ہو جائے گی، اس لیے قبولِ حق سے محروم رہے اور ابدی ذلت و رسوائی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر جہنم رسید ہوئے۔ معلوم یہ ہوا کہ تعصب و تنگ نظری بری بلا ہے جو انسان کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہے اور اسے دین و دنیا کی سعادتوں سے محروم کر دیتی ہے۔ الامان والحفیظ !!

امام شاطبی فرماتے ہیں:

و الحاصل من جمیع ما تقدم ان الرای المذموم ما بنی علی الجهل و اتباع الهوىٰ من غیر اصل یرجع الیه، و کان منه ذریعة الیه و ان کان فی اصله محمودا

یعنی اختلافِ رائے کی مذموم اور قبیح شکل یہ ہے جہالت اور ہوائے نفسانی کے تحت کسی نظریہ سے اختلاف کیا جائے اور اس کا مقصد ہوائے نفسانی کی تکمیل ہو۔

(الاعتصام للشاطبی، جلد اول، ص: 182، مطبوعہ: مکتبۃ التوحید،)

اختلافِ رائے کے مختلف دائرے اور ان کا حکم

اختلافِ رائے کے مختلف دائرے ہیں

[ا] دائرۂ ایمان و کفر۔ مثلاً: یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین اور دیگر باطل مذاہب کے ماننے والوں سے ہمارا اعتقادی و نظریاتی اختلاف۔

[۲] دائرۂ حق و باطل۔ مثلاً: اہلِ قبلہ کے مختلف گروہوں (اہل سنت، معتزلہ، خوارج و روافض) کے آپسی اختلافات

[۳] دینی احکام و فقہی مسائل میں اہل سنت کے علما و فقہا کا دائرۂ اختلاف۔ مثلاً: احناف و شوافع، مالکیہ و حنابلہ کے مابین اختلاف۔

[۴] جدید فقہی مسائل میں علمائے احناف کا دائرۂ اختلاف۔

[۵] اختلافِ رائے کا ایک دائرہ اسلامی عقائد کی تعبیرات کا بھی ہے۔ یہاں مسلمہ عقائد میں نہیں بلکہ ان کی تعبیرات میں اختلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ علم الکلام میں اشاعرہ و ماتریدیہ کا اختلاف دیکھنے کو ملتا ہے۔

پہلے اور دوسرے دائرۂ اختلاف میں ضروریاتِ دین کے انکار کی صورت میں تکفیر و تضلیل کا حکم دیا جا سکتا ہے، لیکن تیسرے اور چوتھے دائرۂ اختلاف میں کسی بھی فریق پر تکفیر تو کجا تضلیل و تفسیق کا بھی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پانچواں دائرۂ اختلاف کے تحت مسلمہ عقائد کے باب میں کسی عقیدہ سے اختلاف کرنے والوں کو اہل سنت سے خارج تو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن نفسِ عقیدہ کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعبیر میں اختلاف کرنے والے کو دائرۂ اہل سنت سے خارج قرار دینا درست نہیں۔

صحابہ و تابعین، ائمۂ مجتہدین، احناف و شوافع اور اشاعرہ و ماتریدیہ کے درمیان فقہی احکام، فروعی مسائل اور تعبیراتِ عقائد میں کثیر اختلافات رونما ہوئے۔ نو پید مسائل میں اختلافِ رائے ماضی میں بھی ہوا۔ آج بھی جاری ہے اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج نت نئے مسائل میں اختلافِ رائے امت میں انتشار و تفریق کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ جہاں کسی مسئلے کو لے کر دو بڑے عالم و مفتی میں اختلافِ رائے ہوتا ہے، فریقین کے حمایتی اور طرف دار میدان میں کود پڑتے ہیں اور اس کے بعد لعن طعن، تفسیق و تذلیل اور بعض اوقات گالی گلوچ تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ ہمارے اکابر و اسلاف میں بھی اختلافِ رائے بلکہ شدید علمی اختلاف ہوا کرتا تھا، لیکن ان کا لب و لہجہ عالمانہ اور سنجیدہ ہوا کرتا تھا۔ حق واضح ہو جانے پر وہ نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیتے تھے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور ننگ و عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ نیز آج کی طرح ان کے محبین و معتقدین آپے سے باہر نہیں ہوتے تھے اور نہ گالی گلوچ کا افسوس ناک بازار گرم ہوتا تھا۔ لیکن افسوس صد افسوس! آج معاملہ برعکس ہے۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود اہلِ علم اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے رہتے ہیں اور توبہ و رجوع تو دور کی بات ہے، حد درجہ تعصب و ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

فروعی مسائل اور علمی تحقیقات میں اختلافِ رائے عام بات ہے۔ یہ ہر دور میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔ علمی و فقہی اختلاف، اختلاف ہی رہے، گروہ بندی اور مسلکی انتشار کا سبب نہ بنے، اس کے لیے ہمیں دو باتوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب دو اہلِ علم کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلافِ رائے ہو جائے تو طرفین کے چاہنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے اور زبانِ طعن دراز کرنے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اختلافِ رائے، جدید علمی و فقہی تحقیق یا اپنے فتویٰ کے خلاف کسی بڑے عالم و مفتی کا فتویٰ جو حق سے زیادہ قریب ہے، منظرِ عام پر آ جانے کی صورت میں ہمیں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نیز اختلاف و انتشار کی فضا ہموار کرنے اور دو گروہ کو آپس میں لڑانے کے بجائے یہ خیال کرتے ہوئے ہمیں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لینا چاہیے کہ ہمارے اس طرزِ عمل سے امت اختلاف و افتراق سے بچ جائے گی۔ وہ اختلاف و انتشار جو رحمت کے بجائے باعثِ زحمت ہیں، اس سے نجات پانے کا سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی تحقیقات و تنقیحات پر عمل کیا جائے۔ اگر آپ سوال کریں کہ اہل سنت کے دیگر اکابر علما و فقہا کو چھوڑ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تحقیقات پر ہی کیوں عمل کرنا چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا معیارِ تحقیق نہایت بلند تھا اور آپ کے جملہ کتب و رسائل زبردست تحقیقی مباحث اور ذخائر سے مالا مال ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جن علوم و فنون میں تحقیق کے گوہر آب دار لٹائے ہیں، آج کے دور میں خال خال افراد ہی ان تحقیقات کو سمجھنے کی

صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ کی گراں قدر علمی وفقہی تحقیقات پر اکابر علما و مشائخ نے اپنی پسندگی اور اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ آپ کے اعلیٰ فکر وفن اور بلند پایہ معیارِ تحقیق کا اعتراف کرتے ہوئے صدرالافاضل حضرت علامہ شاہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

آپ کا اندازِ بحث بالکل محققانہ ہے۔ منطقی مغالطات اور سَفسَطوں سے آپ کا کلام بالکل پاک ہوتا ہے۔ تدقیق اس قدر کہ علما کو مطالب تک پہنچنے کے لئے بسا اوقات عرق ریزی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ احتمالاتِ مخالف کی تمام راہیں زبردست دلائل سے اول بند کردی جاتی ہیں۔ آپ نے جس بحث میں قلم اٹھایا ہے، ممکن نہیں کہ مخالف کو جائے دم زدن باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکابرے اور سفیہانہ سب وشتم تو کسی علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کام کا انجام دینا ہرزبان دراز، عدیم المروت والحیا کو آسان بھی ہے۔ مگر علمی معارک میں ہرزہ سرائی کیا بار پانے کے قابل ہے؟ مگر نہیں دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین کے سامنے لب کشائی کی جرأت ہوتی ہو۔

(افاضاتِ صدرالافاضل، بحوالہ قاری امام احمد رضا نمبر، ص:۱۸۸)

اعلیٰ حضرت کی تصانیف، تراجم اور تحریروں میں جو علوئے فکر اور علمی جامعیت پائی جاتی ہے وہ متقدمین ومتاخرین کے یہاں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ کے معیارِ تحقیق کی عظمت وبلندی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اپنے موقف کے اثبات میں دلائل وبراہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ (جو فقہِ حنفی کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا اور دائرۃ المعارف ہے) کا مطالعہ کرنے والا راقم کے دعویٰ کی صداقت پر خود کو مجبور پائے گا۔ کفل الفقیہ الفاہم، حجب العوار عن مخدوم بہار، الھاد الکاف فی حکم الضعاف جیسے تحقیقی رسائل آپ کی تحقیقی عظمت ورفعت کو اجاگر کرتے ہیں۔ تحقیقِ متن جس پر آج کی ادبی دنیا کو ناز ہے، آپ نے ''حجب العوار'' میں متنِ کتاب کی تحقیق سے متعلق وہ قیمتی نکات واصول بیان فرمائے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور طبیعت جھوم اٹھتی ہے۔ غرض کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی تمام نگارشات میں اصولِ تحقیق کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اجتہادی فکر کے حامل ایک ممتاز فقیہ ومفتی، محتاط محقق، عظیم المرتبت مدبر اور بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے آپ کی تہہ دار فکر وشخصیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دینی وعلمی مسائل میں اختلافِ رائے کے حوالے سے ہمارے اکابر واسلاف کا کیا طریقۂ کار رہا، اس سلسلے میں دو واقعات عوام وخواص کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ وہ ان پر سنجیدگی سے غور کریں اور اختلافی مسائل میں اسلاف کرام کی کشادہ قلبی اور مخلصانہ روش کو اپنائیں۔

[۱] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے معاصرین میں ایک سے ایک اصحابِ فضل وکمال اور ماہرینِ علوم وفنون موجود تھے۔ ان یگانۂ روزگار شخصیات میں ایک جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی ارشاد حسین صاحب رام پوری علیہ الرحمہ بھی تھے، جن کے علمی و جاہ وجلال کا ایک جہاں معترف ومداح تھا اور آج بھی ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ کوئی فتویٰ صادر فرمایا، جس پر اس وقت کے چوٹی کے علمائے کرام ومفتیانِ عظام نے تائید وتوثیق فرمائی۔ جب ان کا فتویٰ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے اس کے مندرجات سے اختلاف کیا اور اس کے برعکس فتویٰ تحریر فرمایا۔ جب یہ فتویٰ بریلی سے رام پور پہنچا اور اسے نوابِ رام پور اور خود مفتی ارشاد حسین رام پوری نے ملاحظہ فرمایا تو اپنی علمی عظمت وشہرت کو پسِ پشت ڈال کر نہایت انشراحِ صدر کے ساتھ فرمایا کہ ''یہی فتویٰ درست اور صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے''۔ اور جب والیِ رام پور نے کہا کہ آپ کے فتویٰ کی تو ہندوستان کے بڑے بڑے علما نے تصدیق کی ہے تو آپ نے یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ ان علمائے کرام نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔

(مضامینِ امینِ شریعت، ص:۱۶۰)

[۲] حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی علیہ الرحمہ کی زبان سے چند کلمات خلافِ شرع نکل گئے، یہاں تک کہ آپ کہہ گئے ''عمرے بآیات واحادیث گزشت رفتی ونثار بت پرستے کردی''۔ اس بات کو لے کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے نہایت عالمانہ طرز پر افہام وتفہیم کے لیے خط وکتابت کا سلسلہ شروع فرمایا، لیکن مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ نے ان مکاتیبِ اعلیٰ

حضرت سے صرفِ نظر کیا۔ بالآخر اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ''الداری الطاری لھفوات عبد الباری'' تحریر فرمائی۔ جب یہ کتاب مولانا عبد الباری علیہ الرحمہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے پہل فرماتے ہوئے اپنے بڑے صاحب زادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہما الرحمہ کو حضور صدر الافاضل کی معیت میں مولانا عبد الباری کے پاس لکھنؤ بھیجا۔ جب مولانا عبد الباری کو ان حضرات کے آنے کی خبر ملی تو وہ اپنے معتقدین کے ساتھ ملنے اسٹیشن پہنچ گئے۔ جب گاڑی آئی اور یہ حضرات ٹرین سے باہر آئے تو مولانا عبد الباری نے سب سے پہلے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے، لیکن حجۃ الاسلام نے مولانا پر شرعی مواخذہ کی وجہ سے ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا۔ اس بات پر مولانا عبد الباری اور آپ کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں کے چہرے پژمردہ ہو گئے اور وہ واپس جانے لگے۔ ایسے نازک وقت میں حضور صدر الافاضل نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے مولانا عبد الباری سے اس انداز سے گفتگو کی کہ وہ اصل موضوع پر بات کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ کچھ دیر تک افہام وتفہیم کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار مولانا عبد الباری رحمۃ الباری اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ نامہ تحریر فرمانے لگے۔ دریں اثنا ایک سیٹھ صاحب جو مولانا کا بڑا معتقد تھا، کہنے لگا: حضرت! یہ چیک بک ہے، جتنے روپے چاہو لے لو، لیکن توبہ نامہ تحریر مت کرو۔ یہ سن کر مولانا عبد الباری نے فرمایا: تم اس چیک بک سے میرا ایمان خریدنا چاہتے ہو۔ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ پھر آپ نے توبہ نامہ تحریر فرما کر حضرت صدر الافاضل کے سپرد کر دیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت! یہ توبہ نامہ صرف ہم لوگوں تک ہی محدود رہے گا، اسے پریس میں نہیں دیا جائے گا۔ اس وقت مولانا عبد الباری نے برجستہ فرمایا: جب میں خدا کی بارگاہ میں تائب ہو رہا ہوں تو مجھے دوسروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ تینوں حضرات (حجۃ الاسلام، صدر الافاضل، صدر الشریعہ) وہاں سے رخصت ہو کر سرکار اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچے اور سارے احوال وکوائف بیان کر کے توبہ نامہ بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں پیش کیا۔ آپ نے توبہ نامہ ملاحظہ فرمانے کے بعد حکم دیا کہ کتاب ''الداری الطاری لھفوات عبد الباری'' نذرِ آتش کر دی جائے، آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اس طرح دو اہل علم حضرات کے درمیان مصالحت ہو گئی۔

(فیضانِ رحمت/حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ، ص: ۱۵/۱۶)

اختلافِ رائے کے وقت مندرجہ ذیل اصول وآداب اپنائیں

[۱] اختلاف رائے کا وجود فطری امر ہے اور یہ ہر انسان کا آئینی حق ہے، اس حق سے کوئی کسی کو باز نہیں رکھ سکتا اور نہ ایسا کرنا ممکن ہے۔ تاہم اختلافِ رائے کے وقت ہمیں مندرجہ ذیل اصول وآداب پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تاکہ اختلافِ رائے بغض وعداوت اور جنگ وجدال کا پیش خیمہ نہ بننے پائے۔ آدابِ اختلاف کی رعایت مسلمانوں کی علمی روایت کا اٹوٹ حصہ رہی ہے۔ دینی وعلمی وسیاسی امور میں اختلاف رائے کے سبب ان کے مناسب آداب اور اخلاقی حدود کا تعین ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں آپ سے مختلف الرائے ہو اور وہ متبع سنت ہونے کے علاوہ دینی معاملات میں مخلص بھی ہو تو اس کا آپ سے مختلف الرائے ہونا، نفرت وعداوت کا سبب نہیں بن سکتا، اگر چہ آپ کو اپنے موقف کے حق وصواب ہونے کا یقین ہو۔ جس طرح دعوت وتبلیغ کے لیے حکمت اور موعظتِ حسنہ درکار ہے، اسی طرح اختلافِ رائے کے وقت حکمت وموعظت اور جذبۂ خیر خواہی کو سامنے رکھنا اشد ضروری ہے۔ ورنہ اختلافِ رائے کا کوئی مؤثر اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ مذہبِ اسلام آپ کو کسی بھی موقف کے مقابل اظہارِ رائے کا موقع فراہم کرتا ہے اور اس کا طریقہ صرف ''وجادلھم بالتی ھی احسن'' ہے یعنی احسن طریقہ اور مناسب طریقۂ اظہار۔ لہٰذا احسن طریقے سے اپنی رائے کا اظہار کرنا ہم پر لازم ہے۔ یہ حکم دونوں (اختلافِ رائے کرنے والوں اور ان کے چاہنے والوں) کو شامل ہے۔

[۲] جب کسی مسئلے میں فریقین کا اختلاف ہو جاتا ہے تو ہر فریق اس زعم میں مبتلا رہتا ہے کہ ''میں حق پر ہوں۔ میری دلیل قوی ہے۔ میرا

علمی پایہ فریقِ مخالف سے بلند ہے۔'' یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔اس کو دل سے نکال دیں اور علمی لحاظ سے فریقِ مخالف کو کمزور اور حقیر سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔اسی طرح فریقین کے حواری جواری بھی اس زعمِ فاسد میں ہر گز مبتلا نہ رہیں کہ ہمارے ممدوح علم وحکمت کا کوہِ ہمالہ اور فلاں مدمقابل سے لائق وفائق ہیں۔کیوں کہ غلطی بہر حال انسان سے ہوتی ہے اور قابل اشخاص سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور بعض اوقات انہیں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرنے کی نوبت بھی آتی ہے۔

[۳] علمی اختلافِ رائے کو مسلکی منافرت ومشربی عداوت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔آج بالعموم دیکھا یہ جاتا ہے کہ علمی وفروعی اختلاف کے رونما ہونے کے بعد فریقین کے چاہنے والے دو گروہ میں بٹ جاتے ہیں اور گروپ بازی شروع ہو جاتی ہے۔ایسے نازک وقت میں فریقین (علمی اختلافِ رائے کرنے والے) کو چاہیے کہ وہ اپنے چاہنے والوں کو سختی کے ساتھ اس موضوع کو شوشل میڈیا یا عوامی جگہوں پر لانے سے منع کریں اور ان کو خاموش رہنے کی تاکید کریں۔انہیں سمجھائیں کہ فلاں عالم سے ہمارا یہ اختلاف علمی نوعیت کا ہے۔ہماری طرح ہمارا مقابل بھی عالم وفاضل اور واجب التعظیم ہے۔ہم دونوں خود ہی اس مسئلہ کو علم واستدلال کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں گے۔آپ حضرات براہِ کرم خاموش رہیں۔اختلافِ رائے کے وقت اگر اس طرح کی ہدایات فریقین کی طرف سے آجائے تو ایک مستحسن علمی اختلاف کو افتراق وانتشار کی نذر ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

[۴] اختلافِ رائے جہالت اور لاعلمی پر مبنی نہ ہو۔

[۵] بغض وعناد، ذاتی رنجش اور تعصب وتنگ نظری کے زیرِ اثر وجود میں آنے والا اختلافِ رائے مذموم اور غیر مستحسن ہے۔ایسے لوگوں کو اختلافِ رائے کرنے سے پہلے اپنے بیمار وجود کا علاج کرنا چاہیے۔

[۶] اختلافِ رائے کے وقت ذاتیات پر حملہ ایک سنگین اخلاقی جرم ہے۔ذاتیات پر حملہ کرنے والا اختلافِ رائے کا استحقاق نہیں رکھتا۔

[۷] اختلافِ رائے کے وقت غرورِ علم، پندارِ فن اور انانیت سے مکمل طور سے پرہیز کریں۔غرور چاہے علم کا ہو یا دولت وشہرت اور حسن و جمال کا، بہر حال انسان کے حق میں سم قاتل اور ذلت ورسوائی کا سبب ہے۔کسی دانش ور کا قول ہے: امت میں گروہ بندی اور فرقہ بندی کی وجوہات دو ہی ہیں۔ایک جہالت اور دوسری انانیت۔علمی مسائل میں اختلاف کے دوران غرور اور انانیت کو ہر گز اپنے پاس نہ آنے دیں، ورنہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے افتراق وانتشار کا بازار گرم ہوگا اور یہ بات اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے۔

[۸] کسی فقہی مسئلہ میں جب دو اہلِ علم کے یا دو علمی گروہ کے درمیان اختلافِ رائے پایا جائے تو ایسے وقت میں عوام کو چاہیے کہ کسی کے خلاف لعن طعن کرنے کے بجائے نہایت خاموشی کے ساتھ فریقین میں سے محتاط اور متقی و پرہیز گار عالم کی رائے پر عمل کرے، اگر چہ فریقِ ثانی کا علمی مبلغ اور مرتبہ وشہرت اس متقی عالم سے فزوں تر ہو۔

[۹] اختلافِ رائے ہو جانے کے بعد فریقین کا آپس میں سلام وکلام بند کر دینا اور اس کی وجہ سے دل میں حسد اور بغض وکینہ رکھنا غلط بلکہ گناہ ہے۔اس سلسلے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں کہ یہ مقدس نفوس دینی معاملات میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے تھے اور اس کے ساتھ ہی باہم شیر وشکر بھی نظر آتے تھے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ جب کسی مسئلے میں دو صحابی کے درمیان اختلاف ہو جاتا اور وہ آپس میں مباحثے کے لیے بیٹھتے اور اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تو دیکھنے والا دیکھتا تو سمجھتا کہ اب زندگی میں ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی ملاپ نہیں ہوگا، زندگی میں ان دونوں کے درمیان کبھی سلام وکلام نہیں ہوگا۔وہ اپنے اپنے دلائل پیش کرتے، ان میں سے کسی ایک کی بات دوسرے کو سمجھ میں آجاتی تو قبول کر لیتا، اگر سمجھ میں نہ آتی تو دونوں اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہتے لیکن مجلس سے اٹھنے کے بعد ان دونوں کا انداز یہ ہوتا تھا کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ زندگی میں ان دونوں میں کبھی اختلاف ہوا ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلاف کی سیرت وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔آمین

شعری خدمات

توضیح کلام رضاؔ

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ ﷺ

محمد معین الدین خان برکاتی
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، سوداگران بریلی شریف

بکارِ خویش حیـرانم اغثنی یا رسول اللّٰـہ
پریشانم، پریشـانم، اغثنی یا رسول اللّٰـہ

حلِ مفردات | کار: کام، کاج، پیشہ، ہنر، بولنے والا ☆ خویش: آپ، اپنا، سگا، قوم، قریب۔ ☆ حیران: بھونچکا، ہکا بکا ☆ اغثنی: صیغۂ امر، حاضر معروف ن وقایہ ی متکلم مفعول بہ مصدر غوث واغاثۃ اعانت کرنا، مدد کرنا ہے، پریشان، پراگندہ: مصیبت زدہ۔

ترجمہ: میں اپنے کام سے حیران و پریشان ہوں، یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے۔ میں پراگندہ، مصیبت زدہ ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد فرمائیے۔

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | ندارم: داشتن، مصدر رکھنا سے منفی مضارع ☆ ملجا: جائے پناہ، پناہ کی جگہ ☆ ندانم دانستن مصدر جاننا سے منفی مضارع ☆ ماویٰ: جائے بازگشت، جائے پناہ، اپنا گھر، پھر کر آنے کی جگہ ☆ ساز: مانند، موافقت: بنانے والا موافقت کرنے والا، سامان ☆ استعداد: توانا ☆ مکر نفع، سامان، اسباب، اندازہ، قدر۔

ترجمہ: آپ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں رکھتا، نہ ہی آپ کے سوا کوئی جائے پناہ جانتا ہوں، آپ ہی میری پونجی اور اسباب ہیں؛ یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریض دردِ عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | بیکس: بے یارو مددگار، تنہا، کنگال، مسافر، یتیم ☆ نوازی: مہربانی، مرکبات میں بطورِ لاحقہ استعمال ہوتا ہے، جیسے بندہ نوازی، دراصل نواز مصدر فارسی نواختن کا صیغہ امر ہے، جو اس اسم کے بعد آ کر اسے اسم فاعل بنا دیتا ہے، جیسے بندہ نواز، ☆ طبیب: معالج جمع اطبا ☆ چارہ سازی: علاج کرنا ☆ مریض: بیمار، روگی ☆ درد: دکھ ☆ عصیان: مصدر ہے اس کے اصلی معنی سخت ہونا، اصطلاحی معنی گناہ اس لیے کہ گناہ کرنے سے آدمی سخت ہوجاتا ہے۔

ترجمہ: اے میرے بادشاہ! بے یارو مددگار پر مہربانی فرمائیے، اے علاج فرمانے والے! علاج فرمائیے کیوں کہ میں گناہ کے دُکھ کا بیمار ہوں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

نرفتم راہ بینایاں فتادم درچہ عصیاں
بیا اے حبل رحمانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | بینایاں: بینا کی جمع دیکھنے والا ☆ دانا: عقل مند، ہوشیار ☆ چہ: کلمۂ تعجب، کنواں ☆ عصیاں: گناہ ☆ حبل: رسی، رگ، جمع حبول ☆ رحمن: رحمت سے مشتق ہے، اس کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی پر جائز نہیں، صفت مشبہ کا صیغہ ہے، معنی بخشنے والا۔

ترجمہ: میں عقل مندوں کے راستے پر نہیں چلا اس لیے گناہ کی دَلدل میں پھنس گیا، اے رحمن عزوجل کی رسی آپ تشریف لائیے، یارسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔

گنہ بر سر بلا بارد دلم درد ہوا دارد
کہ داند جز تو درمانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | بلا: دُکھ، مصیبت ☆ بارد: باریدن، مصدر برسنا برسانا کا مضارع ہے ☆ درد: دُکھ ☆ دارد، داشتن، مصدر رکھنا کا مضارع ہے ☆ ہوا: آرزو اشتیاق، خواہش دل کی ☆ کہ: جو وہ یعنی چھوٹا، بے حیثیت، ایسا، کس لیے، کے واسطے، یکا یک، بلکہ، کون ☆ درمان: علاج، دوا، دارو، اور بمعنی چھوڑ دے اس صورت میں یہ امر ہے۔

ترجمہ: گناہ سر پر مصیبت برسا رہے ہیں، دل میں خواہش کا درد ہے، آپ کے سوا میرے درد کا علاج کون جانتا ہے، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

اگر رانی وگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمیدانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | رانی: راندن، مصدر ہانکنا چلنا چلانا سے مضارع صیغہ واحد حاضر ہے ☆ خوانی: خواندن، مصدر پڑھنا بلانا سے مضارع صیغہ واحد حاضر ہے ☆ سلطان: والی، حجت، قدرت جمع سلاطین ☆ اگر: حرف شرط جو، جب، مبادا، بالفرض، ہر چند

ترجمہ: آپ مجھے بھگائیں یا بلائیں میں آپ کا غلام آپ میرے آقا، اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

بکہفِ رحمتم پرور زِ قطمیرم منہ کم تر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | کہف: غار، پناہ ☆ قطمیر: کھجور کی گٹھلی کا نشان، تھوڑی سی چیز، اصحاب کہف کے کتے کا نام ☆ درگاہ: دربار، کچہری، مقبرہ ☆ منہ: نہادن مصدر سے نہیں ہے۔

ترجمہ: اے میرے آقا! اپنی رحمت کی پناہ میں پرورش فرمائیے، مجھے قطمیر (اصحابِ کہف کے کتے) سے کم تر مرتبہ نہ دیجیے، اپنے بادشاہ کے دربار کا کتا ہوں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
مدد اے آبِ حیوانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | جان: روح، طاقت، جان ☆ آتش زد: آتش زدن سے، معنی خراب کرنا ہے، زد صیغۂ امر ہے مگر اسم سے ملنے کی وجہ سے فاعل کا معنی دے گا ☆ شعلہ: روشنی لپٹ آگ کی ☆ خیزد: خزیدن، مصدر اُٹھنا کھڑا ہونا سے ہے ☆ آبِ حیوان: آبِ حیات

ترجمہ: گناہوں نے میری جان میں آگ لگا رکھی ہے، مصیبت کی قیامت شعلہ برسا رہی ہے، اے میرے آبِ حیات مدد کو آئیے، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

چو مرگم نخل جاں سوزد بہارم را خزاں سوزد
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | مرگ: موت ☆ نخل: درخت، خرما، پیڑ پودا ☆ خزاں: پت جھڑ، گھٹنے والا ☆ سوزد: سوختن، مصدر جلنا جلانا کا مضارع ریزد، ریختن مصدر بٹنا بٹانا، بکھیرنا، بکھرنا سے مضارع ہے، نیز اس کے معنی ڈالنا گرانا بھی ہے ☆ برگ: سامان، اسباب، سرانجام، التفات، پروا، درخت کا پتہ

ترجمہ: جب میری موت روح کے پیڑ کو جلا دے میری بہار کو پت جھڑ اجاڑ دے تو اس وقت میرے ایمان کا پتہ نہ گرے، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

چو محشر فتنہ انگیزد بلائے بے اماں خیزد
بجویم از تو درمانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | محشر: لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ قیامت کے دن، مراد قیامت ☆ فتنہ: عذاب دیوانگی، آزمائش، حیرت، گمراہی کفر، رسوائی، مال واولاد، اصلاح عاشق ومعشوق کے معنی میں بھی آتا ہے ☆ انگیزد: انگیختن مصدر اُٹھنا اُٹھانا کا مضارع ہے ☆ بلا: مصیبت، دُکھ، بپتا ☆ امان: پناہ، بے خوفی ☆ خیزد: خزیدن مصدر اُٹھنا کھڑا ہونا کا مضارع ہے ☆ درمان: دوا، دارو، علاج

ترجمہ: جب قیامت فتنہ (عذاب وآزمائش) اُٹھائے خوف ناک مصیبت کھڑی ہوجائے تو اس وقت صرف آپ کے علاج کا متلاشی ہوں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

پدر را نفرتے آید پسر را وحشت افزاید
تو گیری زیر دامانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | پدر: باپ ☆ نفرت: کسی چیز سے بھاگنا، گھن کرنا، بیزار ہونا ☆ پسر: لڑکا، بیٹا ☆ وحشت: آدمیوں سے نفرت جیسے جانوروں میں ہوتی ہے ☆ افزاید: افزودن، مصدر بڑھنا بڑھانا، زیادہ کرنا کا مضارع ہے ☆ گیری: گرفتن، مصدر

پکڑنا، لینا، فرض کرنا، اُکھاڑنا، بچھانا، شروع کرنا کا مضارع ہے

ترجمہ: (جس وقت) باپ بیٹے سے بھاگتا اور بیٹا باپ سے نفرت کرتا ہو تو اس وقت سرکار اپنے دامنِ کرم میں لے لیں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من
دریں وحشت ترا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | عزیزاں: جمع عزیز کی، پیارا، محبوب، مرغوب، کمیاب، قادر، کسی پر غالب، ارجمند ☆ دور: بعید ☆ نفور: بھاگنے والا، نفرت کرنے والا، ☆ وحشت: نفرت ☆ خوانم: خواندن، مصدر پڑھنا بلانا کا مضارع واحد متکلم ☆ یاراں: یار کی جمع

ترجمہ: تمام خویش و اقارب ہم سے دور ہو گئے۔ اور دوست نفرت کرنے لگے، ایسے وحشت انگیز ماحول میں آپ کو پکارتا ہوں، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

گدائے آمد اے سلطاں بامید کرم نالاں
تہی داماں مگر دانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | گدا: فقیر، بھیک مانگنے والا ☆ سلطان: بادشاہ، والی حجت، قدرت، قہر، غلبہ ☆ امید: آرزو، آس ☆ کرم: مروت، سخاوت، عزیزی، مردمی: بزرگواری، جواں مردی، مجازاً مہربانی ☆ نالاں: روتا ہوا، نالہ و فریاد کرتا ہوا ☆ تہی: خالی، جو بھرا ہوا نہ ہو ☆ داماں: دامن، آنچل

ترجمہ: اے کرم کے بادشاہ ایک منگتا بخشش کی امید پر روتا ہوا خالی دامن حاضر دربار ہوا ہے مگر ایمان رکھتا ہوں، (کہ آپ رب کی طرف سے ماذون و مختار ہیں) یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

اگر میرانیم از در بمن بنما درے دیگر
کجا نالم کرا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | رانیم: راندن، مصدر چلنا چلانا، ہانکنا سے مضارع واحد حاضر کا صیغہ ہے اور میم ضمیر متکلم کی مفعول ہے۔ ☆ نُما: دیکھنے والا دکھانے والا اور بمعنی بڑھوتری اور افزائش کے بھی، یہاں نمودن مصدر دیکھنا دکھانا کرنا سے امر ہے بمعنی دکھا ☆ کجا: کہاں، کس جگہ، اور ہر جا کے معنی بھی ☆ نالم: نالیدن مصدر شور کرنا، رونا سے مضارع متکلم ہے۔

ترجمہ: اگر آپ اپنے دربار گہر سے مجھے بھگا دیں تو مجھے کوئی دوسرا دربار دکھا دیں آخر میں کس در پر روؤں اور کسے پکاروں (میرا کوئی نہیں آپ کے سوا) یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

گرفتارم رہائی دہ مسیحا مومیائی دہ
شکستم رنگ سامانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | گرفتار: پکڑا ہوا، پھنسا ہوا، گرفتاری ☆ رہائی: چھٹکارہ، خلاصی ☆ دہ: کلمۂ لاحقہ ہے دادن مصدر کا صیغہ امر ہے، اسم کے بعد آکر اسے اسم فاعل ترکیبی بنا دیتا ہے اور دینے والے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے تکلیف دہ؛ تکلیف دینے والا ☆ مسیحا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے جو بطورِ معجزہ مردے کو زندہ کر دیتے تھے، فارسیوں نے اس میں الف بڑھا لیا ہے، مرادی معنی بیمار کو اچھا کرنے والا، مردے کو زندہ کرنے والا ☆ مومیائی: اور مومیا: ایک شیٔ کا نام ہے جسے بطورِ دوا کے استعمال کرتے ہیں اور یہ سیاہ رنگ کی ہوتی ہے اور یہ مشہور دوا ہے، چوٹ کے کام آتی ہے اور مصر کی قدیم محفوظ لاش کا بھی نام ہے ☆ شکستم: واحد متکلم، صیغہ فعل ماضی ہے مصدر شکستن سے معنی ٹوٹنا، توڑنا، ☆ رنگ: رنگت ☆ طریقہ: قاعدہ، خوشی وغیرہ ☆ سامان: اسباب، اندازہ، قدر، تیاری کی چیزیں۔

ترجمہ: رہائی دینے والے آقا! میں گرفتارِ بلا ہوں مجھے چھٹکارہ دیجیے، علاج کرنے والے مسیحا! میرا علاج فرمائیے میں نے سامانِ سفر کے طریقے کو توڑ ڈالا ہے، یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

رضا یت سائل بے پر توئی سلطان لاتنہر
شہا بہر ازیں خوانم اغثنی یا رسول اللہ

حلِ مفردات | سائل: مانگنے والا، سوال کرنے والا ☆ بہر: واسطے، لیے، باعث ☆ لاتنہر: آیت **واما السائل فلا تنہر** اے محبوب! مانگنے والے کو نہ جھڑکو سے تلمیح ہے ☆ بے پر: لاچار

ترجمہ: آپ کا رضاؔ (آپ سے) مانگنے والا و مجبور لاچار ہے، آپ ''لاتنہر'' کے بادشاہ ہیں، میرے آقا! اسی وسیلے اور واسطے میں عرض گزار ہوں کہ یارسول اللہ میری مدد فرمائیے۔

☆☆☆

شعری خدمات

مولانا حسن رضا بریلوی اور فن تاریخ گوئی

از: ڈاکٹر حامد علی، ایم۔اے۔، پی۔ایچ۔ڈی۔گلبرگہ

فن تاریخ گوئی سے مراد کسی شعر، مصرعہ، یا نثر کے حروف کے ابجد سے کسی واقعہ کی تاریخ کا برآمد کرنا ہے۔ یہ روایت اُردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی ہے، جو شعر برآمد ہوتا ہے ''مادہ'' یا ''مادہ تاریخ'' کہا جاتا ہے۔ اُردو و فارسی میں تاریخ اور عربی میں قطعہ کہلاتا ہے۔ تاریخ گوئی ایک مشکل ترین فن ہے۔ شاعر ہر صنف میں آزاد ہے مگر تاریخ گوئی میں مجبور جو حضرات اس کوچہ سے آشنا ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ایک اچھے برمحل اور بے عیب مادہ تاریخ کیلئے کس قدر فکر و تلاش اور غور و خوض کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ بعض اوقات دنوں کی محنت کا نتیجہ بھی کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ بقول صفی لکھنوی

''تاریخ گوئی مچھلی کا شکار ہے۔'' جو اپنے اندر کسی قدر بصیرت افروز حقیقت لئے ہوئے ہے۔

ہر عالم یا ادیب شاعر اس فن میں طبع آزمائی نہیں کر سکتا۔ سینکڑوں میں دو چار ہوں گے جو اس فن میں دسترس رکھتے ہیں۔ یا کسی حد تک فن کے تقاضہ کو پورا کرتے ہوں گے۔ کسریٰ منہاس کی کتاب ''فن تاریخ گوئی'' کے مقدمہ میں خواجہ محمد زکریا صدر شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی لاہور نے فن تاریخ گوئی کے تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''فن تاریخ گوئی ہمارے یہاں زوال پذیر فن ہے اور اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود شعرائے حال نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رکھا ہے۔ ایک صدی پہلے شعراً کے مہارت فن کو پرکھنے کا ایک معیار یہ بھی تھا کہ کسی شعر یا مصرعہ سے ''مادہ تاریخ'' مہارت سے برآمد کر سکتے ہیں یا نہیں اس طرح ''فن تاریخ گوئی'' ایک منفرد فن بن چکا تھا جس کے اپنے اصول وضوابط مقرر ہو گئے تھے۔ یہ اصول وضوابط تو بدستور موجود ہیں مگر ان سے ناواقفیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اچھے خاصے ادبا و شعرا مادہ تاریخ کی تصنیف تو درکنار کسی مصرعہ سے تاریخ تصنیف برآمد نہیں کر سکتے۔ یہ صورتحال یقیناً بہت افسوسناک ہے۔''

عربوں کے یہاں تاریخ نویسی اور تاریخ دانی کی مہارت تو ملتی ہے اور نسب ناموں کی حفاظت کی روایت بھی مضبوط ملتی ہے مگر نثر یا نظم میں تاریخ گوئی کا وہ طریقہ جو فارسی اور اُردو حلقوں میں رائج ہے وہ عرب محققین اور شعرا میں مفقود نہیں تو نایاب ضرور ہے۔ دراصل نثر یا نظم میں تاریخ گوئی اور قطعہ تاریخ کا سہرا اہل فارس کے سر ہے۔ فارسی زبان وادب کے ماہرین نے اس روایت کی بنیاد ڈالی اور اسی کے زیر اثر یہ روایت اُردو دنیا میں بھی چل پڑی۔

مولانا حسن رضا بریلوی چوں کہ ایک علمی خانوادہ کا فرد فرید تھے۔ یہ ایک ایسا خانوادہ تھا جو صدیوں سے علم وادب، ملت اور سماج، دین اور شریعت، شاعری اور تاریخ گوئی کی خدمت کرتا چلا آرہا تھا۔ ان کے بڑے بھائی مولانا احمد رضا قادری اس فن کے بھی امام مانے جاتے تھے۔ فارسی دانوں نے اس فن کی ایجاد نہیں کرتے تو امام احمد رضا خاں اس فن کے موجد کہلاتے۔ اس حد تک اس فن پر انہیں مہارت حاصل تھی جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا آپ اتنی دیر میں بلا تکلف تاریخی مادہ فرمادیا کرتے تھے۔

مولانا حسن رضا بریلوی ان ہی کے صحبت یافتہ تھے۔ مولانا حسن بریلوی جنہوں نے بہت مختصر عمر پائی اپنی عملی زندگی میں نت نئے کارنامے انجام دیئے۔ ملک وملت کی خدمت کی، دین وشریعت کی اشاعت بھی فرمائی اور اُردو ادب وشاعری میں اپنا ایک نمایاں رنگ لے کر اُبھرے۔ اِن کے رنگ سخن نے ان کے معاصرین کو اپنی طرف

ایسے متوجہ کرلیا تھا کہ انہیں فن شاعری خصوصاً نعت گوئی، غزل گوئی میں نمایاں حیثیت سے دیکھتے تھے۔ درس وتدریس، صحافت و مضمون نگاری اور قوم وملت کے دیگر مسائل میں گھرے رہنے کے باوجود کسی مسجد یا مدرسہ کا قیام ہوا، کسی کی ولادت ووفات ہوئی۔ کسی کی شادی کے رقعہ لکھنے کی نوبت آئی ایسے لوگ جب کبھی ان کے پاس حاضر ہوئے یا فرمائش کی تو فوراً ''مادہ تاریخ'' اور قطعہ تاریخ تحریر فرما کر ان کے حوالے کیا۔ ایسی مثالوں سے ان کی کتابوں کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ چند مثالیں درج کرتا ہوں۔

۱) مدرسہ ''منظر اسلام'' کے قائم کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے بعد مشورہ اسے قبول فرمایا تو مولانا حسن رضا بریلوی نے ان کا نام ''منظر اسلام'' نامزد کیا جس سے تیرا سو بائیس ہجری (۱۳۲۲ھ) کا اختراع ہوتا ہے۔

۲) یہ امر مسلم ہے کہ مولانا حسن رضا بریلوی فن غزل گوئی میں داغ دہلوی کے شاگرد تھے اور ایسے شاگرد تھے جن پر خود داغ دہلوی کو بڑا ناز تھا۔ مولانا حسن رضا بریلوی نے استاد گرامی فصیح الملک، بلبل ہندوستان نواب مرزا خان داغ دہلوی کا دیوان فصاحت بنیان ''آفتاب داغ'' چھپنا تھا مولانا حسن رضا بریلوی نے پوری ایک نظم کہہ ڈالی۔ جو (۹) اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع کے دو شعر اور مقطع نقل کیا جاتا ہے۔ مطلع اور ایک شعر یہ ہے۔

حسن استاد سے اپنے مجھے یہ عرض کرنی ہے
کہ سایہ تم پہ ہو یسٰین کی ساتوں مبینوں کا
کنارے طبع سے آج آفتاب داغ چمکا ہے
کہ گھونگھٹ اُٹھ گیا ہے دفعتاً سو مہ جبینوں کا

مقطع کا یہ شعر جس سے ۱۳۰۲ ہجری کا اختراع ہوتا ہے۔

سر بد بیں کبھی کا اُڑ چکا تاریخ لکھو تم
پری رویوں کا جمگھٹ ہے یہ میلہ ہے حسینوں کا
۱۳۰۲ھ

۳) اسی طرح ۱۳۲۲ ہجری میں مولانا حسن رضا بریلوی کے استاد داغ دہلوی کا انتقال ہوا تو مولانا حسن رضا بریلوی نے ان کے وصال پر جو نظم لکھی وہ بارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مقطع کے آخری مصرعہ میں تاریخ وفات نکالی گئی ہے۔ جن سے ان کا قلبی اضطراب، دلی رنج وغم اور تاریخ گوئی پر مہارت صاف ظاہر ہوتی ہے۔

گئے جنت کو حضرت استاد
غم فرقت کا حال کیا کہیے
اس قیامت کو حشر زا کہیے
اس مصیبت کو جاں گزا کہیے
فلک نظم پر قمر نہ رہا
شمس کو آج بے ضیاء کہیے
کہتی ہے بزم نظم کی حالت
عیش منزل کو غم سرا کہیے
ملک کیا وہ تھے فصیح زماں
اب فصاحت کا خاتمہ کہیے
بلبل ہند اور جہاں استاد
بلکہ اس سے کچھ سوا کہیے
یاد ہیں رامپور کے جلسے
اُن کی شفقت کا حال کیا کہیے
پیارے شاگرد تھا لقب اپنا
کس سے اس پیار کا مزا کہیے
پوچھیئے کس سے اب رموز سخن
کس سے خاطر کا مدعا کہیے
مرمٹیں نظم کی تمنائیں
آہ کس کس کا مرثیہ کہیے
شدنی وہ جو بے ہوئے نہ رہے
ایسی صورت میں ہائے کیا کہیے
مرگ استاد کی حسن تاریخ
''داغ نواب میرزا'' کہیے
(۱۳۲۲ ہجری)

۴) مولانا حسن رضا بریلوی خود ایک روحانی وعلمی خانوادہ کے فرد فرید تھے تاہم ان کا روحانی تعلق خانقاہ عالیہ مارہرہ

مطہرہ سے تھا۔ سراج العارفین سرکار نور حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری ان کے پیر و مرشد تھے۔ ان کے وصال پر ملال پر آپ نے ہزمیہ اشعار کہہ ڈالے۔ مقطع سے سن وصال برآمد ہوتا ہے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

شیخ زمانہ حضرت سید ابوالحسن
جان مراد کانِ ہدیٰ شان ابتداء
''وہ سید والا گئے جب بزم قدس میں
اچھے میاں نے اُٹھ کے گلے سے لگالیا''

۴۸۰+۸۴۴............۱۳۲۴ھ

(۵) مولانا حسن رضا بریلوی شاعر و ادیب عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی ایک روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ بزرگوں سے انہیں بے پناہ عقیدت و محبت اور تعلق خاطر تھی یہی وجہ ہے کہ اپنے برادر اکبر امام احمد رضا کے مرشد برحق خاتم اکابر سید ناشاہ آل رسول علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا تو ان کے لئے سن عیسوی میں تین اور سن ہجری میں ایک مادہ تاریخ تحریر کیا جو آٹھ (۸) اشعار پر مشتمل ہیں۔ نقل کیا جاتا ہے۔

عالم وصال حضرت آل رسول ہے
سوز غم فراق میں سینہ کہاں ہے
تو عرض کر وصال کی تاریخ اے حسن
آغوش مصطفی میں مقام جناب ہے

۱۸۷۹ء

مرشدِ مرشد کا ہوا جب وصال
آئی خزاں اڑنے لگی خاک دھول
دیکھ کر فکر سن تاریخ میں
مجھ سے یہ رضواں نے کہا اے ملول
دیکھ وہ لکھا ہے درِ خلد پر
انجمن حضرت آل رسول

۱۸۷۹ء

اس شاہوار گوہر جاں کو وصال نے
نظروں سے جب چھپا کے رکھا لاج خاک میں
کہتا تھا آسمان یہ حسرت سے اے حسن
تحویل مہر قدس نے کی برج خاک میں

۱۸۷۹ء

دیکھ کر جنت سن رحلت کہا خواب گاہ مرشد کامل ہے وہ

۱۲۹۶ھ

(۶) مولانا حسن رضا بریلوی کے بڑے بھتیجے مولانا شاہ حامد رضا خاں جو حجت الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کے گھر لڑکا تولد ہوا تو ان کے لئے جو قطعہ تاریخ ولادت رقم کیا ہے وہ (۳۲) بتیس اشعار پر مشتمل ہے۔ مقطع کے آخری اشعار سے مادہ تاریخ نکلتا ہے۔ چند اشعار کا آپ بھی لطف اُٹھائیں۔ مطلع

شکر خالق کس طرح سے ہو ادا
اک زباں اور نعمتیں بے انتہا
سن ولادت کے دعائیہ لکھو
علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

۱۳۲۵ھ

نگارستان لطافت دراصل یہ ایک میلاد نامہ ہے۔ جس میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان نہایت ہی حسین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مولانا حسن رضا بریلوی نعت نویسی اور غزل گوئی کے ساتھ ساتھ صاحب طرز نثر نگار اور انشاء پرداز تھے۔ ان کی نثر نگاری میں جملہ اصناف نثر کے نمونے ملتے ہیں۔ حسن بریلوی نگارستان لطافت کی تاریخ طبع و تالیف پر دو اشعار کہہ ڈالے جس سے مادہ تاریخ اختراع ہوتا ہے۔

ہوگیا ختم یہ رسالہ آج
شکر خالق کریں نہ کیوں کر ہم
سن تالیف اے حسن سن لے
''منبع وصف شہر یار حرم''

۱۳۰۲ھ

الحاصل: مندرجہ بالا گفتگو اور مثالوں کی روشنی میں مولانا حسن رضا بریلوی ایک باکمال اور ماہر فن اور مشاق تاریخ گو کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور یہ حیثیت ایسی ہے جو انہیں بہتوں سے ممتاز کرتی ہے۔

☆☆☆

شعری خدمات

”انتخاب کلام حامد“
جمالیاتی شاعری کا نادر نمونہ

ڈاکٹر معین احمد خاں رضوی بریلوی

اردو زبان وشاعری کے ناقدین کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے کہ شاعری یا ادب کا جائزہ جمالیاتی بنیادوں پر کیا جائے یا فلسفانہ واخلاق اقدار کی بنیاد پر بہت سے ناقدین جہاں فلسفانہ و اخلاقی اقدار کی بنیاد پر شاعری کے تجزیہ پر متفق ہیں تو دوسری جانب ایک بڑا گروہ اس بات پر متفق ہے کہ ادب وشاعری کا جائزہ جمالیاتی بنیاد پر کرنا مناسب ہے کیونکہ فلسفہ واخلاق تو اس کے اندر پوشیدہ ہوتے ہی ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ادب یا شاعری میں اصل اہمیت انداز بیان یا اسلوب کی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کسی بھی ادب یا شاعر کا ادبی مواد جس نوع کا ہوگا اس کے اثرات بھی اتنی ہی قوی ہونگے۔ انداز بیان کے سلسلے میں ہم آسان زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی مدد سے ایک ادیب یا شاعر اپنے جذبات واحساسات کو یا بالفاظ دیگر اپنی بات کو مصفا کر کے انتہائی پیچیدہ عمل سے گذار کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور دراصل یہی انداز بیان ہی ہے جو شاعری کی اصل بنیاد ہے اور شاعری کو سمجھنے وپرکھنے کے لئے یہی وہ واحد اساس ہے جس سے اس شاعری کے اثرات ومکمل مضمرات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

جمالیاتی شاعری کے اس اجمالی تعارف کے بعد جب ہم انتخاب کلام حامد پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اس مختصر نعتیہ کلام کے مجموعہ میں ادبی جمالیات یا جمالیاتی شاعری کا ایک مقدس نگارخانہ موجود ہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر نعتیہ کلام میں جہاں ایک طرف آپ کی شاعری شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سخت دائرے میں رہتی ہے اس لیے موضوع ومواد کی اہمیت ورفعت اپنی جگہ، وہیں دوسری جانب اسلوب نگارش وانداز بیاں کے لحاظ سے اپنا ایک منفرد ومخصوص مقام ومرتبہ رکھتی ہے۔ ذرا یہ اشعار دیکھیں جو ”نسیم طیبہ“ کے عنوان سے کلام حامد میں موجود ہیں۔

شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشت عشق کا سماں دامن تار تار میں
شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں
گردش چشم ناز سے حامد میگسار مست
رنگ وسرور وکیف ہے چشم خمار دار میں

کلام حامد میں جہاں ایک طرف شوخی وبانکپن، رنگ تغزل کے طور پر صاف نظر آتا ہے بلکہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا نظر آتا ہے مگر یہ بات حیران کرنے والی ہے کہ اس عاشقانہ جذب وکشش کو پیش کرتے ہوئے انتہائی متانت وسنجیدگی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے کہیں بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے۔ نادر تشبیہات ونادر ترکیبیں جن کا استعمال انتہائی لطیف وخوبصورت پیرائے میں کیا ہے جو زبان وبیان پر ان کی قادر الکلامی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ملاحظہ کریں۔ درج ذیل اشعار

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوب خدا تم ہو نبی الانبیاء تم ہو
تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جانفزا تم ہو
وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو
غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بےنواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

کہتے ہیں کہ بڑے شاعر یا ادیب کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ

اپنی شاعری میں روزمرہ کے الفاظ ومحاورات کا استعمال اس معنی آفرینی ودل نشینی کے ساتھ کرتا ہے کہ الفاظ ومحاورات کا برمحل استعمال زبان پر ''اجنبیت'' کا قطعاً گمان نہیں ہونے دیتا۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد بریلوی علیہ الرحمہ نے نعتیہ کلام میں عربی، فارسی واردوئے معلّٰی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی وعام بول چال کے الفاظ کو جس خوبی سے ہم آہنگ کیا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ زبان وبیان کے اس اتصال سے ایک نئے لہجے کو جنم دیا ہے یہ ان کا بڑا کمال ہے اوران پر کیا ہی خوب زیب دیتا ہے ملاحظہ کریں درج ذیل اشعار۔

پیکے پلا کے میکشو ہم کو بچی کھچی ہی دو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام دو
تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر وماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں، ہیں یہ انہیں کے نام دو
گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں میں مہر وماہ تمام دو

☆☆☆

ہوئی جو مجرم کو باریابی، تو خوب عصیاں سے دھج یہ ہوگی
خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں، لرزتا ہندی غلام ہوگا
اِدھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، اُدھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط ومیزان وحوض کوثر، یہیں وہ عالی مقام ہوگا
حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پہ مرے درود وسلام ہوگا

منقبت حضرت آل رسول علیہ الرحمہ کے یہ اشعار دیکھیں اور ملاحظہ کریں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا یہ انداز بیاں کہ جس میں ''مقامی بولیوں'' کے ساتھ روہیلکھنڈی الفاظ کو کس خوبصورتی کے ساتھ زبان وبیان سے ہم آہنگ کیا ہے۔

پار بیڑا لگائے آل رسول
ڈوبے بجرے ترائے آل رسول
تیرا باڑا ہے بٹ رہا جگ میں
توہی دے یادلائے آل رسول
جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا
بھر دے داتا برائے آل رسول

دیدے چُمکار کر کوئی ٹکڑا
سگِ درکو رضائے آل رسول
دور دوری کا دَور دَورا ہو
دَور پھر یہ نہ آئے آل رسول
بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے
صدقہ حامد رضائے آل رسول

کہتے ہیں کہ ایک فطری شاعر وہی ہوتا ہے جس کے کلام میں فریفتگی، بیخودی، مدہوشی، شوق ودرد والم وسوز وگداز ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ سچے جذبات واحساسات وواردات قلب کا برملا اظہار ہو، اشعار کو پڑھ کر ایسا نہ لگے کہ شاعر نے شعر محنت سے لکھا بلکہ قاری یہ کہنے پر مجبور ہو کہ شعر نے خود شاعر سے لکھوایا یہ اصول مد نظر رکھیں اور ملاحظہ کریں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل اشعار۔

ہو فدا تجھ پہ میری جان رسول عربی
تجھ پہ صدقہ ترے قربان رسول عربی
دل سے ہے دل ترے قربان رسول عربی
اور سو جاں سے فدا جان رسول عربی
جان کی جان میری جان رسول عربی
اور ایمان کا ایمان رسول عربی
تیرا ارشاد ہے ارشاد الٰہی پیارے
تیری ہر بات ہے قرآن رسول عربی
تیری صورت میں نظر آئے خدا کے جلوے
تو ہے آئینۂ رحمان رسو عربی
نزع کے وقت سلامت رہے ایمان میرا
جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی
خاک ہو جائے تیری گلیوں میں مٹ کر حامدؔ
ہے مرے دل میں یہ ارمان رسول عربی

المختصر یہ کہ حجۃ الاسلام حضور حامد رضا خاں حامدؔ علیہ الرحمہ کا مکمل کلام تو زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکا بلکہ گردش زمانہ کی نذر ہو گیا مگر مختصر سا کلام جو محفوظ رہ سکا آپ کی شاعرانہ عظمت، ادبی ذوق، قادر الکلامی اور سب سے بڑھ کر عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں فنائیت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

□□□

شعری خدمات

مفتیِ اعظم ہند کی اصلاحی شاعری

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی اپنے عہد کے ممتاز عالمِ دین، فقیہ، مفسر، محدث، خطیب، مفکر، دانش ور، ادیب، شاعر اور گوناگوں خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ کی حیات اور کارہائے نمایاں کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ آپ اپنے وقت کے عظیم مصلح بھی تھے۔ آپ کے دل میں اُمتِ مسلمہ کی اصلاح وتذکیر کا جذبۂ صادق موج زن تھا، آپ کی حیات کا لمحہ لمحہ ملّتِ اسلامیہ کی اصلاح میں گذرا، آپ نے تحریراً وتقریراً غرض یہ کہ ہر ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ اور رُشد وہدایت کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے بدعات وخرافات کا قلع قمع فرمایا۔ افعالِ شنیعہ اور معاشرے میں در آئی نت نئ برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کی شب وروز سعیِ بلیغ فرمائی۔ آپ کی جملہ تصنیف وتالیف اور فتاووں کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا اندازہ بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔

نوریؔ بریلوی نے گمراہ انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گام زن کرنے، جُرم ومعصیت کے چاہِ عمیق میں غوطہ زن افراد کو نیکیوں اور اچھائیوں کی جوے خوش آب کی شناوری کا جو درسِ حسین دیا ہے اسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

نوریؔ بریلوی کے دل میں اصلاحِ اُمّت کی جو سچی تڑپ اور لگن پنہاں تھی اس کی کارفرمائی آپ کی نثر ونظم میں نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ کا کلام ہر قسم کی بے راہ روی، بے جا خیال آرائی اور افراط وتفریط سے یک سر پاک وصاف ہے۔ عشقِ خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم، انقلابِ اُمّت، اصلاحِ معاشرہ اور غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنا یہ سب نوریؔ بریلوی کے کلام کے خصوصی عناصر ہیں۔

آج ہر جگہ دولت وثروت، جاہ ومنصب، زمین وجائداد اور صنفِ نازک کے طلب گاروں کی زیادتی ہوگئی ہے۔ زن، زمین، زور اور زر کے گاہک جگہ جگہ نظر آتے ہیں مگر دل سے ذکرِ خدا کا طالب کوئی مردِ باخدا نہیں ملتا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے وقت کے عظیم مصلح ہونے کی حیثیت سے نوریؔ بریلوی اصلاحی انداز میں چار ''زا'' یعنی ''زن، زمین، زور اور زر'' کے طلب گاروں کو کہتے ہیں کہ یہ نہ سمجھی کہ یہ سیکڑہ بے اکائی یعنی صرف ایک ''ذال'' (ذکرِ الٰہی) کے بدلے نہیں ملتا۔ شہ پارے ملاحظہ ہوں

زن، زمین وزور اور زر کے ہیں گاہک کہیں
دل سے جو ہو طالبِ ذکرِ خدا ملتا نہیں

چار زا اک ذال کے بدلے میں لیں چوکس رہے
یہ نہ سمجھے بے اکائی سیکڑہ ملتا نہیں

واضح ہو کہ زن، زمین، زر اور زور یہ وہ اشیا ہیں جو انسان کو نقصان اور خسارے کے علاوہ کچھ اور نہیں دے سکتیں۔ جب کہ اس کے برعکس ذکرِ الٰہی وہ دولتِ لازوال ہے جو انسان کو دنیوی اور اُخروی نجات سے سرفراز کرتی ہے۔

نوریؔ بریلوی کے عہد میں بھی ہر دور کی طرح طریقت کے نام پر پیری مریدی کا جال پھیلانے والے شریعتِ مطہرہ کے رموز واسرار سے بے خبر، بے شرع اور جاہل پیروں، فقیروں کا جگہ جگہ جمگھٹا تھا۔ جو بستی بستی سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان واسلام کو برباد کرتے پھر رہے تھے۔ ظاہری وجاہت اور پُر تصنع بناوٹ سے بے علم مسلمان ایسے رہ نما صورت رہ زنوں کے دامِ تزویر کا شکار ہورہے تھے۔ ایسے پُر آشوب ماحول میں

نوریؔ بریلوی نے مسلمانوں کی اصلاح وتذکیر کا عظیم فریضہ انجام دیا، شریعت وطریقت کے رموز واسرار سمجھائے اور بتایا کہ بغیر شریعت کے طریقت مکمل نہیں ہوسکتی اور وہی شیخ سچا ہے جس کا ظاہر ہی نہیں بل کہ باطن بھی صاف ستھرا ہو اور وہ شریعتِ مطہرہ کا تابع وفرماں بردار ہو۔ آپ اُمّتِ مسلمہ کو اپنے اشعار کے ذریعہ یوں باخبر کرتے ہیں۔

رہِ نماوں کی سی صورت راہ ماری کام ہے
راہ زن ہیں کو بہ کو اور راہ نما ملتا نہیں
اہلے گہلے ہیں مشائخ آج کل ہر ہر گلی
بے ہمہ و باہمہ مردِ خدا ملتا نہیں
ہیں صفائے ظاہری کے ساز وساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں
بر زباں تسبیح و در دل گاو خر کا دَور ہے
ایسے ملتے ہیں بہت اس سے ورا ملتا نہیں

عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ جیسے ہی جوانی کی دہلیز پار ہوجاتی ہے لوگ مساجد کا رُخ کرتے ہیں اور عبادت وریاضت میں زندگی کے شب وروز بسر گذارنے لگتے ہیں۔ اور عہدِ جوانی میں گناہوں، بے حیائیوں اور بدکرداریوں میں ملوث رہتے ہیں ۔ یہ جاننا چاہیے کہ نوجوانی کی ایک وقت کی خالص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کی گئی عبادت پیرانہ سالی کی ستر عبادتوں سے افضل ہے۔ وہ اس بات سے بے خبر رہتے ہیں کہ جوانی کی عمر میں عبادت وریاضت کرنا چاہیے کیوں کہ بڑھاپے میں قوا بھی جواب دے جاتے ہیں اور ہمت وطاقت ویسی نہیں رہتی اور یہ بھی کہ کسے خبر کہ زندگی کا چراغ کب گل ہوجائے۔ نوریؔ بریلوی اپنے آپ سے مخاطب ہوکر اُمّتِ مسلمہ کے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہیں کہ ریاضت کے ایّام درحقیقت نوجوانی کے ہی ہیں کہ بڑھاپے میں کہاں ہمت ہوتی ہے اس لیے جو کچھ عبادتیں کرنا ہوں جوانی میں ہی کرو۔

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کرلو ابھی نوریؔ جواں تم ہو

آج ہر کوئی دنیا بنانے اور کمانے کی بڑی تیزی سے فکر کررہا ہے۔ اور اس کے لیے عملی طور پر ہر لمحہ کوشاں ہے جس کے سبب دین کی طرف سے بے پرواہو گیا ہے۔ اور کھانا پینا اعلا قسم کا ہو رہا ہے، پوشاک بھی انتہائی قیمتی اور نفیس استعمال کررہا ہے۔ ان فانی نعمتوں پر اترا رہا ہے دنیا کے پیچھے لگا ہوا ہے مگر منعمِ حقیقی کی یاد سے دور ہوگیا ہے دین کی فکر نہیں کررہا ہے۔ وہ یہ بھول بیٹھا ہے کہ دین کی فکر اور دین کا بنانا دنیا سے اول اور مقدم ہے۔ اس ضمن میں نوریؔ بریلوی کا اصلاحی تیور نشانِ خاطر کیجیے۔

دنیا بنے یا بگڑے دنیا رہے یا جائے
تو دین بنا پیارے دنیا کا ہے کیا کرنا
کھا یا پیا اور پہنا اچھوں سے رہا اچھا
کچھ دین کا بھی کرلے دنیا کا ہے کیا کرنا

آج دنیا کمانے اور بنانے کے ساتھ دنیا کی مختلف فانی چیزوں کی محبت واُلفت بھی اُمّتِ مسلمہ کے دلوں میں سرایت کرتی جارہی ہے۔ اور دل کا تعلق جن سے ہونا چاہیے ہم اس سے دور ہوتے جارہے ہیں ۔ نوریؔ بریلوی یوں ہمیں اپنی محبت واُلفت کا مرکز بتارہے ہیں۔

لگاؤ دل کو نہ دنیا میں ہر کسی شَے سے
تعلق اپنا ہو کعبے سے یا مدینے سے

نفسِ امّارہ کی شرارتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اسے انسان صحیح طور پر محسوس نہیں کر پاتا۔ جب کہ وہ ہر لمحہ اپنا کام کرتے رہتا ہے۔ جو بھی بندہ نفس کی شرانگیزی کا شکار ہوجاتا ہے اس کو طاعتِ حق کا نام سنتے ہیں خوشی ومسرت کے بجائے بے زاری محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ گناہ کو ہی اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ نوریؔ بریلوی ایسے افراد کو کہتے ہیں کہ معصیت اور گناہ یہ زہر ہیں، مٹھائی نہیں، نفس تو قصائی ہے اس لیے اس کی شرارتوں سے بچیں اور اطاعتِ حق کی طرف اپنے آپ کو موڑیں۔

شامتوں نے تمہاری گھیرا ہے
موت تم کو یہاں پہ لائی ہے
ذبح کر ڈالا تو نے او ظالم!
نفس تُو تو نرا قصائی ہے
طاعتِ حق کا نام سنتے ہی
تجھ کو کم بخت موت آئی ہے

معصیت زہر ہے مگر اوندھے
تُو نے سمجھا اسے مٹھائی ہے
اچھے جو کام کرنے ہیں کرلو
جان اپنی نہیں پرائی ہے

نوریؔ بریلوی اُمّتِ مسلمہ کے افراد سے مخاطب ہیں کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کتنا اعلا کرم اور احسان ہے کہ دن رات ہم خطاوں پر خطائیں کرتے رہتے ہیں مگر وہ ہمیں نوازتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے کہ خطاوں کے باوجود عطاوں میں جب کمی نہیں ہورہی ہے تو ہمیں خطاوں پر نادم اور شرمندہ ہوکر اس سے باز آجانا چاہیے ؎

دن رات خطاؤں پر ہم کو ہے خطا کرنا
اور تم کو عطاؤں پر ہر دم ہے عطا کرنا
ہم اپنی خطاؤں پر نادم بھی نہیں ہوتے
اور ان کو عطاؤں پر ہر بار عطا کرنا

ان اصلاحی اشعار کے علاوہ کلام نوریؔ میں اور بھی بیش تر ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں اُمّتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچ کر آپ نے ناگفتہ بہ حالات سے نجات اور مسلمانوں میں انقلابی سوچ اور فکر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان جواہر پاروں سے نوریؔ بریلوی کی اُمّتِ مسلمہ کے تئیں سچی تڑپ اور کسک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ساتھ ہی ان اشعار کی زیریں لہروں میں نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ وفریاد کا عنصر بھی پنہاں ہے جو حضرت نوریؔ بریلوی کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی کا مظہر ہے ؎

زخم پہ زخم یہی کھائے یہی قتل بھی ہو
خونِ مسلم کیا ابھی اور بھی ارزاں ہوگا
بھیڑیوں کا ہے جنگل نہیں کوئی راعی
بھولی بھیڑوں کا شہا کون نگہباں ہوگا
ظلم پر ظلم سہے اور سزائیں بھگتے
اور اُف کی تو تہِ خنجرِ برّاں ہوگا
یہی اندھیر اگر اور بھی کچھ روز رہا
تو مسلماں کا نشاں بھی نہ نمایاں ہوگا
صبحِ روشن کی سیہ بختی سے اب شام ہوئی
کب قمر نور دہِ شامِ غریباں ہوگا

اغثنا حبیب الاِ لٰہ اغثنا
تباہی میں بیڑا ہمارا پھنسا ہے
یہ سچ ہے بد اعمالیوں ہی نے اپنی
ہمیں روزِ بد یہ دکھایا شہا ہے
بہت نام لیوا ہوئے قتل و غارت
خبر کیا نہیں تم سے کیا کچھ چھپا ہے
تصور میں بھی جو نہ تھے وہ مظالم
ہوئے اور ابھی تک وہی سلسلا ہے
نہ دیکھا تھا جو چشمِ گردوں نے اب تک
ترے بندوں نے وہ ستم اب سہا ہے
چھِنے مال و دولت ہوئے قتل و غارت
ہزاروں کا ناموس لوٹا گیا ہے
لکھو کھا کیے ٹھنڈے سفاکیوں سے
مگر ظالم اب تک بھی گرما رہا ہے
جو حق چاہتا ہے یہ وہ چاہتے ہیں
جو یہ چاہتے ہیں وہ حق چاہتا ہے
مگر مولا اب تو سزا پا چکے ہم
کرم کیجیے اب یہی التجا ہے
نکو کار بندے ہی کیا ہیں تمہارے
یہ بدکار بھی آپ ہی کا شہا ہے
جو پہلے تھے آقا، غلام آج ٹھہرے
غلام اپنے آقا کا آقا بنا ہے

متذکرۂ بالا مثالوں سے نوریؔ بریلوی کی اصلاحِ اُمّت کی سچی تڑپ اور لگن نمایاں ہوتی ہے۔ اور اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ عشقِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم، انقلابِ اُمّت، اصلاحِ معاشرہ اور غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنا یہ سب نوریؔ بریلوی کے کلام کے خصوصی عناصر ہیں۔

□□□

شعری خدمات

استاذ العلماء علامہ حسنین رضا خاں کی شاعری

مفتی مقصود ضیائی صاحب

۔۔۔۔۔۔حضرت علامہ حسنین بریلوی قدس سرہ کی شخصیت کما حقہ طشت از بام نہیں کیا گیا جس کے باعث اہلِ علم وادب ہی آپ کی شش جہت شخصیت کے اس پہلو سے بھی واقف ہیں۔علامہ حسنین بریلوی کی نعت واستغاثہ، سہرا، داستان کربلا ودیگر قطعات کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ہر جگہ جمالیاتی حُسن کا احساس ہوتا ہے۔ایک نرم سیر دریا میں جوخوب صورت فطری بہاؤ کی کیفیت ملتی ہے وہ یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔بعض مقامات پر تو شاعری نے ساحری کا روپ دھارلیا ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ ع۔۔۔۔۔۔

علامہ حسنین رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کے کلام میں شامل نعت ومنقبت اور سہرے کے اشعار سادہ زمینوں اور آسان بحروں میں ہیں۔لیکن اس کے باوجود شعری وفنی محاسن سے لبریز۔ صنائع لفظی ومعنوی، مراعاۃ النظیر، استعارات، تشبیہات، علمی نکات، تلمیحات وتلمیعات، محاورات، رعایاتِ لفظی، حسنِ تکرار، استعارہ بالکنایہ، مجازِ مرسل، سہلِ ممتنع، برجستگی، زورِ بیان، لطفِ زبان، ہندوستانی عناصر، تراکیب سازی اور شاعرانہ پیکر تراشی وغیرہ سے آراستہ ایک نگار خانۂ رقصاں ہے۔

حسنینؔ بریلوی کی شاعری خیالات کی بے راہ روی، افراط وتفریط اور غلو واغراق سے کوسوں دور مقام الوہیت اور منصبِ رسالت کے واضح فرق کا بیان کرتی ہے۔عشقِ رسول میں باادب وارفتگی، حقیقت نگاری، جذبات کی سچائی وصفائی اور بیان کی تاثیر وشیرینی نے آپ کے کلام کو ایک شاہ کار بنادیا ہے۔

حسنینؔ بریلوی کے شعری محاسن: آپ کے کلام، رنگ وآہنگ، حُسن وخوبی اور نعتیہ رُجحانات، خیالات اور افکار پر دل عش عش کر اٹھتا ہے اور آپ کی شاعرانہ عظمت ورفعت کو خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ پاتا ہے آج تک جتنے شعراء گزرے ہیں تقریباً تقریباً سب نے داستان کربلا کو اپنے اپنے انداز سے رقم فرمایا ہے حسنینؔ بریلوی کے یہاں بھی وہ نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے مگر انداز منفرد ہے۔آپ فرماتے ہیں:

گھر بار کربلا میں لٹاتے ہی بن پڑی
چاہا گیا حسین سے جب امتحان دل
دل تھامے دیکھتے رہے غارت گری حسین
نظروں کے سامنے ہی لٹا کاروان دل
بھائی کٹے بھتیجے کٹے لخت دل کٹے
برباد کربلا میں ہوا یوں جہان دل

حسنینؔ بریلوی قدس سرہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور جامع الصفات انسان تھے علم وادب پر ان کی گہری نظر تھی اور ایک باکمال ادیب ومدرس ہونے کے علاوہ آپ ایک زبردست شاعر بھی تھے۔آپ کی نعتیں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہیں۔جن کو پڑھنے سننے کے بعد لوگوں پر بے اختیار سوز و

گداز کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے: حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے تھے اپنے پہلو میں ایک ایسا دل رکھتے تھے جس میں قوم و ملت کیلئے درد بھرا ہوا تھا۔ اس کوزبوں حالی سے نکالنے کی کوشش و کاوش میں لگے رہتے تھے قوم مسلم کو ردائے غفلت سے نکالنے کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہتے فن شاعری کی کامل رعایت کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

للہ جاگ مسلم دنیا کو پھر جگا دے
انوار قدس سے تو گیتی کو جگمگا دے
توحید کے وہ نغمے دنیا کو پھر سنا دے
گرمادیا تھا جس نے وہ پھر تو گا دے
کھینچا دلوں کو جس نے پھر وہ ہی ساز ہو جا

مانی ہوئی بات ہے جس کے پاس علم بھی ہو اور شعر وسخن کی فطرت پر پیدا بھی کیا گیا ہو تو اس کا کلام سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھے گا اور شعر وسخن اس کی گھٹی میں ہوگا یہی حال علامہ حسنین رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کا بھی ہے قوم مسلم کو اس کے مقام و مرتبہ کا احساس دلاتے ہوئے اس کے شعوری حس کو یوں جھنجھوڑتے ہوئے انہیں بیداری کا پیغام دیتے ہیں:

قلب و دماغ مسلم وقف نیاز ہو جا
اے عمر رفتنی تو صرف نماز ہو جا
انوار قدس کو دیکھیں گی تیری آنکھیں
دل سے نماز پڑھ لے محو نماز ہو جا
الفت کی ٹھیس پیدا اے شاد دل میں کرلے
پائے گا تو حقیقت محو مجاز ہو جا

مفتی وفقیہہ اور مدبر ومفکر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں قدما کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے اشعار میں دل نشینی و دل آویزی ہے چند شعر نعت کے دیکھیں کس انداز سے مقام مصطفی کو اجاگر فرمایا ہے جو قابل دید ہے۔

عرش کو عرش کیا کس نے تجلی تیری
دل میرا عرش ہو گر جلوہ نما تو ہو جائے
فرش پہ رہ کے مزے عرش کے ہم بھی پائیں
دل میں ایک بار جو اے جان جہاں تو ہو جائے

جو نہ صرف عشق حبیب کی شعری تصویر ہے بل کہ نعت مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کا وہ آفتاب عالم تاب ہے جس سے عشق محبوب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں جو آنکھوں کی راہ سے دل میں اُتر کر کائنات حیات کو روشن ومنور کر دیتی ہیں۔ آپ کا دامن شاعری ایسے جواہر پاروں سے بھرا ہوا ہے جو کہیں اور مشکل سے ملیں گے اس میدان میں جس نے بھی قدم رکھنے کی جسارت کی راہ بھول گیا۔ مگر علامہ حسنین بریلوی قدس سرہ کا شعور وآگہی چراغ شریعت کی روشنی اور عشق حبیب کے اُجالے میں ان دشوار منازل سے سلامت روی سے گزرا ہے

قطعہ کے چند اشعار ایسے ملتے ہیں جو ذہن وفکر کو اس جانب متوجہ کراتا ہے کہ یہ اشعار شریک حیات کے وصال پر رقم ہوئے ہوں مثلا:

میں وہ ہوں جس کا زمانے میں کوئی یار نہیں
بتاؤ دوستو کس کا میں غم گسار نہیں
شریک زندگی جس کو بنایا مالک نے
میرے نصیب کہ وہ بھی غم گسار نہیں

مبدء فیاض نے ذہن رسا عطا فرمایا تھا، علوئے فکر واوج خیال میں محصور بال جبریل، علم وفضل میں اسلاف کے عکس جمیل، جذبۂ عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار گلشن حسان وکعب رضی اللہ عنہم کی مستانہ بہار تھے۔۔ جہاں تک زبان وبیان اور فن شعر وسخن وری کا تعلق ہے اس میں بھی پائے کمال پر فائز نظر آتے ہیں حالات کے تناظر میں استغاثہ کے اشعار جو قلمبند فرمائے ہیں وہ آنکھوں کو نور بار کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

مدد کا وقت ہے اے حضرت احمد رضا اٹھو
غریبوں کو سہارا دو مریضوں کی دوا اٹھو
سراسیما ہے اب سارے جہاں میں لشکر ملت
کماں تم ہاتھ میں لیلو بڑھادو حوصلہ اٹھو
رسول پاک کی عزت پہ تم تو ہو لئے قرباں

ہمیں قربان ہو جانا سکھادو اے رضا اٹھو
کوئی دم میں اب آتی ہے صدا یہ قبر انور سے
ادھر آؤ بڑھو حسنینؔ لو اپنا صلہ اٹھو

طویل اشعار ہیں اسلئے اختصاراً دو چار اشعار نظر قارئین ہوئے ہیں احباب کے اصرار پر سہرے کے اشعار بھی قلمبند فرمائے ہیں جیسا کہ مذکور ہے حسب فرمائش حکیم عبد اللطیف صاحب بریلوی بسلسلۂ شادی احمد سعید میاں ۱۲ نومبر ۱۹۵۹ فرماتے ہیں:

مست و مخمور ہے ہرایک لڑی سہرے کی
چشم نوشاہ سے کی آنکھ لڑی سہرے کی
بارہا شام اودھ صبح بنارس دیکھی
اڑ گئے ہوش جو دیکھی ہے گھڑی سہرے کی

دوسرا سہرا قمر الدین خان صاحب اور ظہور خان بہادر صاحب شیر پور کی شادی سے متعلق مذکور ہے جس کے بندیوں ہیں:

ہو مبارک تجھے قمر سہرا
شادمانی کا تیرے سر سہرا
تو شوئ یا برادر و پدرت
تہنیت باد شاد بر سہرا

حضرت علامہ حسنین بریلوی قدس سرہ کی شخصیت کماحقہ طشت ازبام نہیں کیا گیا جس کے باعث اہلِ علم وادب ہی آپ کی شش جہت شخصیت کے اس پہلو سے بھی واقف ہیں۔ علامہ حسنین بریلوی کی نعت واستغاثہ، سہرا، داستان کربلا ودیگر قطعات کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ہر جگہ جمالیاتی حُسن کا احساس ہوتا ہے۔ ایک نرم سیر دریا میں جو خوب صورت فطری بہاؤ کی کیفیت ملتی ہے وہ یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ بعض مقامات پر تو شاعری نے ساحری کا روپ دھارلیا ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ ع

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

نعتیہ شاعری سے آپ کا قلبی، روحانی اور ایمانی لگاؤ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ عشقِ رسول کی دولتِ گراں مایہ آپ کے اسلافِ کرام اور اجدادِ عظام سے منتقل ہوتی ہوئی آپ تک پہنچی اور آپ نے بڑی فیاضی اور فراخ دلی کے ساتھ اس کو اللہ کے بندوں تک پہنچایا ہے۔ جس طرح سیدی اعلی حضرت کے بارے میں ہم اہلِ عقیدت کہتے ہیں۔

ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفی

اُن کے بعد استاذ زمن، حجۃ الاسلام، مفتیٔ اعظم ہند اور آپ پر بھی یہ بات پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ کہ یہی آپ کی حیاتِ پاک کا سب سے اہم مشن اور مقدس نصب العین رہا ہے۔ ایسی ذاتِ محمود الصفات جن کے تقوی وطہارت کی قسم کعبے میں بھی کھائی جاسکتی ہے۔ اس کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پوچھنا ہی کیا۔ جب تک دل عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بریاں اور آنکھیں ان کے فراق میں گریاں نہیں ہوں اس طرح کے اشعار کارگاہِ فکر میں ڈھل ہی نہیں سکتے ذرا اس قطعہ کا جائزہ لیں۔ فرماتے ہیں:

تھا حسن و جمال ان کا مستور حجابوں میں
دنیا نے نہیں دیکھی تنویر محمد کی
منظور خدا کو تھی محبوب کی بے مثلی
پھر کیسے اتر آتی تصویر محمد کی

علامہ حسنین بریلوی قدس سرہ العزیز کے دعائیہ اشعار پر بھی غور فرمائیں کہ شاعری کس طرح اپنے فن پارے کے اعتبار سے نقطۂ عروج پر فائز ہے فرماتے ہیں:

پاک کرنے والے ہم کو بھی پاک کردے
اعضاء ہمارے روز محشر تو تابناک کردے
غفلت کے گہرے پردے دل پر جو پڑ گئے ہیں
یہ پر دہائے غفلت للہ پاک کردے

وہ آفتاب علم وادب، مہتاب شعر وسخن، نیر فکر وفن ادبی و شعری خدمات کا عظیم سرمایہ اور علم وفن کے ماہ تاباں اکیانوے برس کی عمر شریف میں، 5 /صفر 1401ھ/ 14 دسمبر 1980ء کو بروز اتوار وصال پر ملال فرمایا۔ دوران غسل بآواز بلند، زبان سے اسم جلالت ''اللہ'' ادا فرمایا۔

□□□

شعری خدمات

حضور امین شریعت کی نعتیہ شاعری

مولانا طفیل احمد مصباحی ☆

شاعری دلی جذبات واحساسات کے موزوں اظہار کا نام ہے۔ دنیا کی کوئی بھی متمدن اور ترقی یافتہ زبان شاعری سے خالی نہیں۔ شاعری ایک ادبی مشغلہ اور فرحت وانبساط کے حصول کے ساتھ دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

''شاعری جزوے ست از پیغمری'' اور ''الشعراء تلامیذ الرحمن'' کا یہی مطلب ہے۔ شاعری کی جملہ انواع واقسام میں حمد ونعت بہت مقدس اور بابرکت صنف سخن ہیں۔ دنیا کی ہر زبان میں حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے نمونے موجود ہیں۔ ہمارے علمائے اہل سنت نے اپنی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے ذریعے اردو زبان وادب کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اور چمنِ اردو کو لالہ زار بنا کر ادب دوستی کے بھر پور ثبوت فراہم کیے ہیں۔ مذہبی شاعری یا بہ لفظِ دگر نعتیہ شاعری کی سب سے مستحکم اور توانا آواز سرزمین بریلی شریف سے حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے توسط سے بلند ہوتی ہے، اور اس کے بعد باضابطہ اردو زبان میں نعتیہ شاعری کا ایک خوش گوار اور نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خاندان سے تعلق رکھنے والے علما ومشائخ نے حمد و نعت کو فروغ واستحکام بخشا۔ استاذ زمن حضرت حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی، مفتی اعظم ہند مصطفی رضا نوری بریلوی، استاذ العلما حسنین رضا بریلوی، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا بریلوی اور امین شریعت علامہ سبطین رضا بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

خانوادۂ رضویہ سے تعلق رکھنے والے ان جلیل القدر علما و مشائخ نے بڑی کامیاب ''نعتیہ شاعری'' فرمائی اور دنیا کو محبت رسول اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا ہے۔

امین شریعت حضرت علامہ شاہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی ہشت پہلو شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی کا علم وفضل، استاذ زمن کی شاعرانہ عظمت، حجۃ الاسلام کا فنی جاہ وجلال، حسنین رضا بریلوی کا ادبی کمال اور مفتی اعظم ہند کا تفقہ اور زہد وتقویٰ کا عکس ایک ذات سبطین میں نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس جہت سے آپ کی ذات ''مجموعہ محاسن وکمالات'' تھی۔ آپ کے مجموعۂ محاسن و فضائل کے لیے بس یہی کافی ہے کہ آپ صوری ومعنوی اعتبار سے ''شبیہ مفتیِ اعظم ہند'' کہے جاتے ہیں۔ مفتی اعظم کا علم وتفقہ، عفت و پارسائی، اخلاق وکردار اور عزم واستقلال، سب کچھ حضرت امین شریعت کی ذات ستودہ صفات میں پائے جاتے ہیں۔

آپ کی تہہ دار علمی شخصیت کا ایک نمایاں ترین پہلو یہ بھی ہے کہ آپ قادرالکلام شاعر تھے۔ شاعری کے اصول وضوابط اور اس کے رموز واسرار سے اچھی طرح واقف تھے۔ حمد ونعت اور منقبت کے خوب صورت ترین اشعار آپ کی شعر گوئی اور قادرالکلامی کی روشن دلیل اور بین ثبوت ہیں۔

ہمارے والد مکرم حضرت مولانا زین العابدین رضوی (تحسین عالم) دام ظلہ العالی اپنی کتاب ''مینارِ ولایت'' میں حضور امین شریعت کے ذوق شاعری پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''حضور امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی کو دیگر علوم وفنون کے ساتھ شعر وشاعری کا بھی لطیف و عمدہ ذوق ہے، جو خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں آپ کے ورثے میں ملا ہے۔ فنی اعتبار سے اس میں آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ تخلص سبطین ہے۔ صنفِ نعت میں آپ بہترین اشعار کہتے ہیں اوراس میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ آپ کی شاعری میں خلوص ومحبت اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور چاشنی ہے، جو پڑھنے اور گنگنانے سے تعلق رکھتی ہے اور آپ کی شاعرانہ مہارت اور قادرالکلامی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

(مینار ولایت، ص ۶۵ ر مطبوعہ سمبل پور، اڑیسہ)

مندرجہ ذیل سطور میں حضرت امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری، آپ کی قادرالکلامی، شاعرانہ عظمت اور آپ کے جذبۂ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ائمہ فن اور نقادانِ سخن کے نزدیک ''نعت یا نعتیہ شاعری وہ قدیم صنف سخن ہے جس میں ہیئت کی کسی خاص پابندی کے بغیر سیدالمرسلین، خاتم النبین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور آپ کی حیات طیبہ کی جملہ صفات و خصوصیات کا اظہار عشق وعقیدت کے جذبوں سے سرشار ہوکر کیا جاتا ہے۔ نعتیہ شاعری کے لیے عشق رسول اور حب شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم شرط اوّل ہے۔ اگر شاعر کے دل میں حب رسول کا جذبہ موجزن ہے تو سمجھیے کہ اس کی نعتیہ شاعری مکمل ہے۔ حضور امین شریعت علیہ الرحمہ ایک عالم و فاضل، فقیہ و مفتی اور عابد و زاہد ہونے کے ساتھ ایک صوفی باصفا اور سچے عاشق رسول بھی تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں محبت رسول عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ کلام کی سطر سطر اور حرف حرف سے عشق رسول کی خوشبو پھوٹتی ہے، اور مشام جاں کو معطر کر دیتی ہے۔ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

آستانہ پہ گر ناصیہ فرسائی ہو
تب تمنا دلِ سبطینؔ کی بر آئی ہو
خاکِ دربار محمد کا لگاؤں سرمہ
قلب میں نور ہو اور آنکھ میں بینائی ہو
ہے دل میں میرے نقشۂ طیبہ کھنچا ہوا
خواہش بھلا ہو کیا مجھے حور و قصور کی
ظلمت کا کیوں نشاں شبستان دہر میں
چھٹکی ہوئی ہے چاندنی احمد کے نور کی
سبطینؔ جامِ عشقِ محمد پیا کرو
تاحشر پہر کی نہ ہو کیف و سرور کی

معشوق اور محبوب حقیقی کے آستانے پر ناصیہ فرسائی اور جبیں سائی ایک عاشق صادق کی تمناؤں اور آرزوؤں کی آخری منزل ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح خاک درمحبوب کا سرمہ محب کی بصارت و بصیرت کے لیے اکسیر ہوا کرتا ہے۔ مندرجہ بالا اشعار میں حضرت امین شریعت نے اسی حقیقت کی جانب بڑے لطیف پیرایے میں اشارہ کیا ہے اور اپنے محبوب جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے پر جبیں سائی اور ناصیہ فرمائی کو دل سبطین (ذاتِ شاعر) کے آرزوؤں کی تکمیل کا ذریعہ بتایا ہے۔

ایک سچے عاشق اور فنافی الرسول شاعر کو کائنات کے ذرے ذرے میں اپنے نبی کے حسن اور نور کا جلوہ نظر آتا، اور وہ اس بات پر کامل یقین رکھتا ہے نبی پاک صاحب لولاک کے حسن عالم تاب کے ہوتے ہوئے دنیا کے کسی خطے میں ظلمت اپنا پاؤں نہیں پھیلا سکتی۔ امین شریعت جیسے فنا فی الرسول شاعر اسی لیے تو اعلان کرتے ہیں کہ ؎

ظلمت کا کیوں نشاں ہو شبستانِ دہر میں
چھٹکی ہوئی ہے چاندنی احمد کے نور کی

ایک مقام پر تو امین شریعت نے اللہ رب العزت سے صرف عاشق رسول ہی نہیں بلکہ رشک عشاق بننے کی دعا کی ہے،

کیوں کہ جب رسول پاک بے مثل اور لاجواب ہیں تو ان کے عشاق کو بھی عشق میں یکتا و بے مثال ہونا چاہیے، چناں چہ آپ کہتے ہیں ؎

رشکِ عشاق بنوں عشقِ نبی میں یارب
وہ ہے یکتا تو مجھے عشق میں یکتائی ہو

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے اپنی نعتیہ شاعری میں نبی اکرم، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت ومحبت کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے ایک سے ایک حسین وجمیل شعری پیکر تراشے ہیں، اور اپنی شاعرانہ مہارت کے سکے دلوں میں بٹھائے ہیں۔ عشق شہِ بطحی اور محبت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر مزید چند اشعار ملاحظہ فرمائیں اور امین شریعت کی فنی صنعت گری کی داد دیں ؎

بہار آئی ہے جنت کی مدینے کے بیاباں میں
شہا وہ گل ہو تم جس سے کہ ہے نکہت گلستاں میں
کوئی کیا جانے کیا رفعت ہے تیرے فرق انور کی
قسم وارد ہوئی خاک قدم کی تیرے قرآں میں

تشبیہاتی اور استعاراتی لب ولہجے میں یہ اشعار دیکھیں ؎

خلد گل دستہ ہے اک شاہا ترے دربار کا
آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا
ابروے پُرخم بھی کیا ہیں احمدِ مختار کے!
رزم گاہِ بدر میں ہے معرکہ تلوار کا

فنی نقطہ نظر سے کلام واشعار میں حقیقت بیانی اور سلاست و روانی کا پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ اس جہت سے جب ہم آپ کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو آدابِ شعری کے ممکنہ محاسن بدرجہ اتم آپ کے کلام بلاغت نظام میں پائے جاتے ہیں ؎

حق تعالیٰ نے انہیں کا بول بالا کردیا
وصف عالی آپ کا ''انا فتحنا'' کردیا
ہیں زمین وآسماں بھی آپ کے زیرِ نگیں
اک اشارے میں قمر کو بھی دو نیما کردیا

حقیقت بیانی اور سلاست وروانی کا اس سے بہتر نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

بخاری ومسلم اور مشکوٰۃ شریف احادیث کی مشہور ومعروف کتب ہیں۔ حضرت امین شریعت نے جس مہارت اور چابک دستی کے ساتھ ان کتابوں کو شعر کے قالب میں ڈھالا ہے، اسے دیکھ کر طبیعت جھوم اٹھتی ہے اور آپ کے ملکۂ شعرگوئی کی داد دینی پڑتی ہے ؎

میں ہوں مسلم، ہے بخاری بر زباں، مشکوٰۃ دل
اس میں مصباحِ محمد نے اجالا کردیا

سلاسلت و روانی منظوم ومنثور کی زینت قارئین کے لیے باعثِ انبساط وفرحت ہوا کرتی ہے۔ جب کہ ثقل اور ژولیدگی بیان کو عقل سلیم بارِ گراں تصور کرتی ہے۔ سلاست وروانی کے لفظی زیور سے آراستہ یہ ذیل کے اشعار اپنا جواب نہیں رکھتے۔

مجھے چشمِ رضواں اِدھر ڈھونڈتی ہے
مدینے کو میری نظر ڈھونڈتی ہے
تمہارے دیاروں کی ہر ایک مسجد
اذاں میں بلالی اثر ڈھونڈتی ہے
مری روح پہنچے مدینے کو فوراً
کہ جبرئیل کے بال و پر ڈھونڈتی ہے
گنگنانا، کروٹیں ہر سو بدلنا بار بار
دید کے قابل ہے نقشہ آپ کے بیمار کا
اے خدا سبطینؓ کو سبطین کا خادم بنا
اور پیکر ذوالفقارِ حیدرِ کرار کا

۞۞۞

☆ سابق سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

□□□

شعری خدمات

تاج الشریعہ کی شاعری کا فنی جائزہ

از: ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ، کو بے شمار علوم فنون میں مہارت حاصل تھی۔ ان میں نعت گوئی کا میدان بھی آپ کے لئے امتیازی حیثیت کی حامل رہی۔ آپ امام نعت گویاں تسلیم کیے گئے۔ آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش سے مشہور و معروف ہے۔ امام عشق و محبت کے خانوادے میں نعت گوئی بھی بطور وراثت منتقل ہو رہی ہے۔ سیدنا حجۃ الاسلام، سیدنا مفتیٔ اعظم، سیدنا استاذ زمن، سیدنا مفسر اعظم، علامہ حسنین رضا علامہ ریحان رضا رحمانی علیہم الرحمہ کی شاعری بھی اپنی مثال آپ ہے۔ میرے ممدوح گرامی سرکار تاج الشریعہ، امام الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین سراج المفسرین، شیخ الاسلام والمسلمین، استاذی الکریم، مرشدی الاجازہ سیدی وسندی، ذخری لیومی وغدی قطب العصر، مجمع البحرین، مرشد الثقلین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ والرضوان اسی خانوادہ کے گل سرسبد اور بلندیوں کے تمام مراتب عبور کرنے والی عظیم عالمی عبقری شخصیت ہیں۔ آپ ہر میدان میں وارث علوم اعلیٰ حضرت تسلیم کیئے گئے۔ فقیر نے اپنی سترہ سالہ زندگی اسی قطب زمانہ کے قدم پر نثار کیا ہے۔ شب و روز دیکھے ہیں فقہ وافتاء، درس وتدریس، قرأت وتجوید، تفسیر وحدیث، منطق وفلسفہ علم جعفر وتکسیر، علم ہیئت وتوقیت، زبان دانی غرض ہر میدان میں امام وقت تھے۔ سردست سرکار تاج الشریعہ کی شاعری پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کررہا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو شعر وشاعری سے پوری ذہنی مناسبت ہے وہ ایک فطری شاعر ہیں۔ اردو، عربی اور فارسی میں یکساں مہارت کے ساتھ شاعری کرتے ہیں۔ آپ کا عربی کلام سن کر اہل عرب انگشت بدنداں رہتے ہیں۔ حضرت کی حیات کے مطالعہ سے اجاگر ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے خزانے میں وہ تمام جواہر پائے جاتے ہیں جو ایک کامیاب نعت گو کے لئے ضروری ہے۔ دینی ودنیاوی علوم میں گہرائی، فقہی بصیرت، عالمانہ تبحر، فکری وذہنی صلاحیت، سبھی کچھ ان کے دامن میں موجود ہے ان کی نعتیہ شاعری، دلکشی ورعنائی سے لبریز اور دل ودماغ کو معطر کرنے والی ہے یعنی عشق ووارفتگی کا ایک حسین گلدستہ ہے جس میں خلوص کی خوشبو، عقیدت کی روشنی، ایمان کی لذت وحلاوت اور بیان کی نفاست و پاکیزگی ہے۔ ہم یہاں حضرت کی شاعری کا مختصر طور پر فنی جائزہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے کتنی صنعتوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ دیوان میں ذکر کردہ اشعار میں سے چند صنعتیں ملاحظہ کیجیے۔

صنعت استعارہ:

اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔[۱]

حضرت لکھتے ہیں:

اختر خستہ کیوں اتنا بے چین ہے تیرا آقا شہنشاہ کونین ہے
لولگا تو سہی شاہ لولاک سے غم مسرت کے سانچے میں ڈھل جائے گا

شہنشاہ کونین/ شاہ لولاک سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وجہ نشاط زندگی راحت جاں تم ہی تو ہو

روح روان زندگی جان جہاں تم ہی تو ہو
جان جاں/ جان جہاں سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
جاں توئی جاناں قرار جاں توئی
جان جاں جان مسیحا آپ ہیں
جان جاں/ جان مسیحا سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کر دیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایۂ زلف دوتا کر دیں
شمس الضحیٰ سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
تیری جاں بخشی کے صدقے اے مسیحائے زماں
سنگ ریزوں نے پڑھا کلمہ ترا جان جمال
مسیحائے زماں سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صنعت تشبیہ:

ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔[۲] حضرت لکھتے ہیں:

روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اِک شمع صبح گاہی ہے

اس شعر میں شاعر نے سورج کی تابش کو چہرۂ انور کے سامنے ''شمع صبح گاہی'' سے تشبیہ دی ہے۔

صنعت مبالغہ:

کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ یعنی سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہو یعنی حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔[۳] حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

مہ و خورشید و انجم میں چمک اپنی نہیں کچھ بھی
اجالا ہے حقیقت میں انہیں کی پاک طلعت کا
قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیا لینے
بچھا ہے چاند سا بستر مدینہ آنے والا ہے
قدم سے ان کے سر عرش بجلیاں چمکیں
کبھی تھے بند کبھی وا تھے دیدہ ہائے فلک
نور کے ٹکڑوں پر ان کے بدر و اختر بھی فدا

مرحبا کتنی ہیں پیاری ان کی دلبر ایڑیاں
مہر خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

صنعت تضاد:

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں، اس صنعت کو صنعت طباق اور مطابقت بھی کہا جاتا ہے۔[۴] حضرت لکھتے ہیں:

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں ثریا کو ثرا کر دیں
زمین v/s آسمان - ثریا v/s ثرا (متضاد الفاظ)
میری مشکل کو یوں آساں مرے مشکل کشا کر دیں
ہر اک موج بلا کو میرے مولیٰ ناخدا کر دیں
مشکل v/s آساں
تبسم سے گماں گزرے شب تاریک پر دن کا
ضیاء رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں
شب v/s دن - تاریک v/s روشن
کسی کو وہ ہنساتے ہیں کسی کو وہ رلاتے ہیں
وہ یوں ہی آزماتے ہیں وہ اب تو فیصلہ کر دیں
ہنساتے ہیں v/s رُلاتے ہیں
خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا
پیچھے پیچھے v/s آگے آگے
یہ خاک کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جان کب سے ترستے ہیں دیدہائے فلک
فلک v/s خاک

صنعت تجنیس کامل:

شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی

وہ دو الفاظ تلفظ میں یکساں ہو لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔[۵] حضرت فرماتے ہیں:

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

صنعت تجنیس ناقص:

شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔[٦]

مولانا ازہری فرماتے ہیں:

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں
روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر
تم کیا گئے مجاہد ملت جہاں گیا
عالم کی موت کیا ہے عالم کی ہے فنا

صنعت مراعات النظیر:

شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔اس کو تناسب،توفیق،ایتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہیں۔[۷]

حضرت فرماتے ہیں:

سر ہے سجدے میں خیال رُخ جاناں دل میں
ہم کو آتے ہیں مزے ناصیہ فرسائی کے

(سر+سجدہ+ ناصیہ فرسائی (سب کا آپس میں مناسبت ہے)

یہی کہتی ہے رندوں سے نگاہ مست ساقی کی
در میخانہ وا ہے میکشوں کی عام دعوت ہے

(رند+ساقی + میخانہ+میکشوں (آپس میں مناسبت ہے)

یہ مجھ سے کہتی ہے دل کی دھڑکن کہ دست ساقی سے جام لے لے
وہ دور ساغر کا چل رہا ہے شراب رنگیں جھلک رہی ہے

(ساقی + جام+ دور+ ساغر+شراب+ چھلکنا (آپس میں مناسبت ہے)

اٹھاؤ بادہ کشو! ساغر شراب کہن
وہ دیکھو جھوم کے آئی گھٹا مدینے میں

(بادہ کشو+ ساغر+شراب+ جھومنا (آپس میں مناسبت ہے)

اصل شجر میں ہو تم ہی نخل وثمر میں ہو تم ہی
ان میں عیاں تم ہی تو ہو ان میں نمایاں تم ہی تو ہو

(شجر+نخل+ثمر+ (آپس میں مناسبت ہے))

صنعت ترصیع:

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں۔[۸] حضرت فرماتے ہیں:

صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروت ناز کرتی ہے

صنعت مقابلہ:

شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اول الذکر کے اضداد ہوں۔[۹] حضرت فرماتے ہیں:

سحر دن ہے اور شام طیبہ سحر ہے
انوکھے ہیں لیل و نہار مدینہ

سحر اور نہار میں موافقت اور لیل وشام میں موافقت سحر کے مقابلے میں شام اور لیل کے مقابلے میں نہار۔

صنعت تنسیق الصفات:

کسی کا تذکرہ بہت صفات کے ساتھ کرنا، پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔[۱۰] حضرت فرماتے ہیں:

وہ تبسم، وہی ترنم، وہی نزاکت، وہی لطافت
وہی ہیں دز دیدہ سی نگاہیں کہ جس سے سوخی ٹپک رہی ہے

تاج وقار خاکیاں، نازش عرش وعرشیاں
فخر زمین وآسماں، فخر زماں تم ہی تو ہو

تم جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا تم جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جان جہاں تم ہی تو ہو، جان جناں تم ہی تو ہو

صنعت مقلوب مستوی:

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر کے پڑھا جائے، تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے مثلاً دید۔[۱۱] حضرت لکھتے ہیں:

ہزاروں درد سہتا ہوں اسی امید میں اخترؔ
کہ ہرگز رائیگاں فریاد روحانی نہیں جاتی
درد الفت میں دے مزہ ایسا
دل نہ پائے کبھی قرار سلام

کس دل سے ہو بیاں بے داد ظالماں
ظالم بڑے شریر ہیں یا غوث المدد

صنعت مسمط:

وہ نظم جس کے ہر شعر مطلع کے علاوہ تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔ اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔[۱۲]

حضرت فرماتے ہیں:

کسی کو وہ ہنساتے ہیں، کسی کو وہ رلاتے ہیں
وہ یونہی آزماتے ہیں، وہ اب تو فیصلہ کر دیں

صداقت ناز کرتی ہے، امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے، مروت ناز کرتی ہے

روح رواں زندگی، تاب وتوان زندگی
امن و امان زندگی، شاہ شہا تم ہی تو ہو

صنعت اشتقاق:

اشتقاق ایک کلمہ سے دوسرے کلمہ بنانا یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔ نیز وہ الفاظ معنیٰ کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔[۱۳] حضرت فرماتے ہیں:

ہوا طالب طیبہ مطلوب طیبہ
طلب تیری اے منتظر ہو رہی ہے

طالب مطلوب اور طلب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

گنہگارو! نہ گھبراؤ کہ اپنی
شفاعت کو شفیع المذنبیں ہیں

شفاعت اور شفیع کا ماخذ ایک ہی ہے۔

افسوس صد افسوس یہ امام علوم وفنون، سلطان روحانیت، تاجدار ولایت اپنی پوری شان قطبیت کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند کرتا ہوا

۲۰ / جولائی ۲۰۱۸ء، ۶ / ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ مالک حقیقی سے جا ملے۔ اور ہمیں اپنے اس شعر کا مصداق فرما گئے۔

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں
روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

حوالے

سفینۂ بخشش، حضور تاج الشریعہ، نیز

[۱] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۰۹۰، حکیم عبد الغنی نجمی رامپوری، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی، ۲۰۰۶ء

[۲] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۹۶۷ مطبع سابق۔

[۳] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۴۴۴ مطبع سابق۔

[۴] بحر الفصاحت ج ۲، ص ۱۳۵۵، مطبع سابق۔

[۵] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۲۰۱ مطبع سابق۔

[۶] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۲۱۲ مطبع سابق۔

[۷] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۳۶۹ مطبع سابق۔

[۸] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۲۸۴ مطبع سابق۔

[۹] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۳۵۵ مطبع سابق۔

[۱۰] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۳۱۴ مطبع سابق۔

[۱۱] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۲۴۶ مطبع سابق۔

[۱۲] بحر الفصاحۃ ج ۲، ص ۱۲۷۲ مطبع سابق۔

[۱۳] بحر الفصاحت جلد ۲، ص ۱۲۳۱، مطبع سابق۔

□□□

شعری خدمات

"سفینۂ بخشش" میں فرق ہائے باطلہ کی تردید

غلام مصطفی رضوی (نوری مشن مالیگاؤں)

زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، شرافت و نجابت، اخلاق و کردار کی چمک دمک، اخلاص کا جوہر اور افکار کی تابندگی نیز علم و عمل کی جولانی ان خوبیوں اور خصائل کا شخص واحد میں یکجا ہو جانا حیرت و تعجب کی بات ہے۔ عصر حاضر میں اس خصوص میں نابغۂ عصر تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری اختؔر بریلوی مدظلہ العالی کی شخصیت بڑی نمایاں و ممتاز ہے۔ اکناف عالم میں آپ کے پائے اور رتبے کا کوئی عالم نظر نہیں آتا۔ آپ کی دینی و علمی، دعوتی و تبلیغی، فکری و فقہی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع، ہمہ پہلو اور ہمہ وصف ہے۔ ان تمام خوبیوں پر مستزاد یہ کہ آپ ایک باکمال اور محتاط نعت گو شاعر بھی ہیں۔

دین پر تصلب و استقامت کا جوہر ورثے میں ملا ہے بایں سبب احقاق حق و ابطال باطل میں اس دور میں امتیازی شان رکھتے ہیں جو مثالی بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔ مصلحت اور مفاد کے اس ماحول میں جب کہ بہت سے صاحبان جاہ و کلاہ بھی مداہنت سے کام لے لیتے ہیں، تاج الشریعہ کے یہاں عقیدہ و ایمان کے بارے میں کسی قسم کی مصلحت یا سمجھوتے کا گزر تک نہیں بلکہ شریعت کی بالادستی اور پاس داری کا ہر آن پاس و لحاظ رکھتے اور اسی کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔

آپ عالم اسلام کے مرجع فتاویٰ ہیں، فن تفسیر اور حدیث و فقہ میں مہارت رکھتے ہیں ساتھ ہی شعری ذوق بھی وراثت میں ملا ہے، جدید لب و لہجے میں دسترس رکھتے ہیں۔ تصلب فی الدین اور عقیدے کی پختگی آپ کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں اور یہی اوصاف آپ کے شعر شعر میں پیوست و نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور یہ درس امام احمد رضا محدث بریلوی کا بھی ہے کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے

دین و ایمان کی سلامتی کو مقدم رکھنا ہی چاہیے، اگر یہ سلامت نہیں تو جینا کیا جینا ہے، زندگی بے کیف ہو جاتی ہے، اگر ایمان کا جوہر سلامت ہے تو زندگی کا سرور باقی ہے، حیات کی تازگی و تمکنت اور رعنائی باقی ہے اور اس کے لیے ان فرقوں اور گروہوں سے بہر صورت بچنا ہوگا جو عقیدے کو تباہ کر دینے پر آمادۂ پیکار ہیں، جو متاع ایمانی کو لوٹنے کی تاک میں ہر آن لگے ہوئے ہیں، ان کے دام فریب سے آگہی رکھنا، ان کے شر سے قوم کو باخبر کرنا ضروری ہے، اس رخ سے تاج الشریعہ حضرت اختؔر بریلوی کے مجموعہ کلام "سفینۂ بخشش" میں کافی مواد ملتا ہے۔ جس سے استفادہ عہد کی ضرورت بھی ہے اور دین کے فکری اثاثے کے تحفظ کا ایک اہتمام بھی۔

شعرا نے عہد کے تقاضوں کا التزام صنف نعت میں بھی ملحوظ رکھا، اور یہ روایت عہد رسالت سے برابر چلی آرہی ہے، جب کفار مکہ اور دشمنان رسول گستاخی و اہانت کے بول بولتے تو ان کی ہجو میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعار کہتے، نعت میں جہاں اوصاف مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے وہیں دشمنوں کی مذمت بھی کرتے اور ان پر تنقید بھی۔ اور یہ سلسلہ بعد کے عہد میں پورے اہتمام کے ساتھ قائم رہا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو مسلمانوں کی ایمانی شوکت و حمیت کا اندازہ و مشاہدہ ہو چلا تھا، انھوں نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا ایک منظم اور عملی منصوبہ بنایا اور

عظمت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقوش دل آویز کو دلوں سے جدا کرنے کے لیے نام نہاد علما خریدے گئے، ان کے قلم سے بارگاہ رسالت میں گستاخی واہانت کروائی گئی، بے ادبی اور توہین کے کلمات لکھوائے گئے، اور یوں مسلمانوں میں کئی بد عقیدہ فرقے وجود پا گئے۔ ان میں وہابی، دیوبندی، قادیانی، غیر مقلد وغیرہم زیادہ نمایاں ہیں جن کے لٹریچر میں توہین رسالت کا پہلو کثرت سے ملتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان کے مکر وفریب سے ملت کو خبردار کرنے کے لیے درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور ملت کے اساسی سرمائے ''ناموس رسالت'' کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا، اس سلسلے میں آپ کے دیوان ''حدائق بخشش'' کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ اور یہی وصف تاج الشریعہ حضرت اختر بریلوی کی شاعری میں بھی مستور ہے۔

شعر گوئی اور سخن آرائی میں تاج الشریعہ کو خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس جہت میں کامیاب گزرنے کے لیے بڑی مہارت و ریاضت نیز مشق درکار ہوتی ہے، لیکن تاج الشریعہ شعر برائے شعر نہیں کہتے بلکہ اظہار عشق اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تسکین کے لیے اشعار نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر جلوہ گر ہوتے ہیں، آپ کی شاعری محبت کی آئینہ دار ہے، جس میں عشق وعرفان کی جلوہ سامانی ہے، اور قلبی واردات موروثی امانت کی ترسیل کا نقش جمیل ہے، مولانا قاضی شہید عالم رضوی تحریر فرماتے ہیں:

> ''تاج الشریعہ کی شخصیت کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ کو دین ومذہب سے والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ موزونِ طبع، خوش کلامی، شعر فہمی اور شاعرانہ ذوق بھی ورثے میں ملا ہے۔''

شعر وادب میں نشتریت وتنقید کی فنی حیثیت مسلم رہی ہے، یہ جوہر تاج الشریعہ کے اشعار میں پورے طور پر موجود ہے جیسا کہ اس مضمون میں اسی حوالے سے اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اس جائزہ کے لیے بہ طور ماخذ آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء) پیش نظر ہے۔

وہابی و دیوبندی علما نے اپنی کتابوں میں جو اہانتیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کی ہیں وہ اس قدر شدید ہیں کہ ایک مومن کا کلیجہ انھیں پڑھ کر کانپ کانپ اٹھتا ہے اور ان سے نفرت کے جذبات خود بہ خود ابھر آتے ہیں، جس کا اظہار کبھی الفاظ میں، کبھی حرکات وسکنات اور گفتگو میں اور کبھی اشعار میں ہوتا ہے۔ تاج الشریعہ کے اشعار میں نشتریت کے اس رنگ کے ملاحظہ سے قلب عشق ووارفتگی کی تپش کا اندازہ لگائیں کہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا داغ سینے میں بس جائے تو وہ ظلمتوں کی تاریکی میں روشنی کا ہالہ بن جاتا ہے، اس رخ سے ہمارے ممدوح کیا دل لگتی بات کہتے ہیں، جو دل میں بس کے رہ جاتی ہے اور فکر کی گہرائی میں اتر جاتی ہے ؎

ظلمتوں میں روشنی کے واسطے
داغ سینہ کی حفاظت کیجیے

وارفتگی وجاں نثاری کا درس بھی خوب دیا ہے، جو دل میں نقش کر لینے سے تعلق رکھتا ہے، کیسا ایمان افروز مضمون باندھا ہے کہ ایمان کی کھیتی سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے، زبان عش عش کر اٹھتی ہے اور مضمون آفرینی کے جلوے شعری حسن کو دوچند کر دیتے ہیں ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کر دیں

جب توہین رسالت معمول بن جائے اور گستاخی مشن تو ان کے لیے ذکر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑا بھاری ہوتا ہے، اس ذکر سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے، لیکن ایمان والے کی علامت ہے کہ ''وصف ماہ طیبہ'' اور ''ذکر سرکار'' سے اپنے قلب بے چین کو تسکین دیتے رہتا ہے، بھلے سے کسی کی حالت ''غیر'' ہو جائے، یا حسد سے دل جل اٹھیں یا سینے پھکنے لگیں ؎

میں وصف ماہ طیبہ کر رہا ہوں
بلا سے گر کوئی چیں بر جبیں ہے

ذکر سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے سنی
بیٹھے بیٹھے دل نجدی کو جلا جاتے ہیں

تیز کیجئے سینۂ نجدی کی آگ
ذکر آیات ولادت کیجئے

دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے صحیح روایات کے ساتھ بھی میلاد پڑھنے کو ناجائز بتایا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۱، مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی) تو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی کیفیت ضرور مضمحل ہو جاتی ہوگی، اسی لیے یہ اس سے خار کھاتے ہیں۔ اور اس کے منانے والوں پر جلتے، برستے اور کڑھتے ہیں۔

وہابی پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا:

''جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیا ہوں یا اولیا ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انھیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔''

(تقویۃ الایمان، مطبوعہ مکتبۂ تھانوی دیوبند، ص ۷۱)

ان کے ایک دوسرے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

''انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، ص ۸)

ان دونوں عبارتوں میں کیسی جسارت اور بیباکی سے شان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین و بے ادبی کی گئی ہے۔ ان میں توہین کے کئی پہلو ہیں، پہلی عبارت میں انبیا و اولیا کو بے بس کہا گیا، بڑا بھائی کہا گیا ہے۔ دوسری عبارت میں بھی ہمسری بلکہ معاذ اللہ ''عمل میں سبقت لے جانے'' کا گھناؤنا عقیدہ رچا گیا ہے۔ حالاں کہ رحمت عالم نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و عظمت، شرف و فضیلت، اختیار و عطا، نوازش و سخاوت کا یہ حال کہ بہ قول تاج الشریعہ ؎

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعوئ ہمسری کرنے والوں کو یہ آیت مبارکہ دعوت غور و فکر دیتی ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ (البقرۃ: ۲۵۳)

''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا'' (کنز الایمان)

اس کے تحت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی ''خزائن العرفان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوے شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیا پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پا سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ فضائل و کمالات جن میں آپ تمام انبیا پر فائق و افضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا 'درجوں بلند کیا' ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی تو اب کون حد لگا سکتا ہے۔'' (خزائن العرفان)

اس صراحت کی روشنی میں ہمسری کا دعویٰ کرنے والے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہنے والے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ ان کی چیرہ دستی کا عقدہ کھل جاتا ہے۔ فریب آشکار ہو جاتا ہے، تاج الشریعہ نے ایسے بے ادب گروہ پر جو نشتر لگائے ہیں اس کی ایک جھلک دیکھیں ؎

وہی جو رحمۃ للعالمیں ہیں جان عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا

وہ رگ جان دو عالم ہیں بڑے بھائی نہیں
ہیں یہ سب پھندے بُرے تیرے بڑے بھائی کے

بھلا دعوے ہیں ان سے ہمسری کے
سرعرش بریں جن کا قدم ہے

کر کے دعویٰ ہمسری کا کیسے منھ کے بل گرا
مٹ گیا وہ جس نے کی توہین سلطان جمال

رفعت وشان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں خصائص مبارکہ ''رحمۃ للعالمین'' اور ''جان عالم''، و''رگ جان عالم'' کہہ کر منکرین کا رد کیا گیا ہے اور یہ کہ جن کا قدم مبارک عرش بریں پر ہے ان کی عظمت کیسی ارفع واعلیٰ ہے۔ ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھ سے ایمان جاتا رہا اور وہ ذلت ونکبت سے دوچار ہو کر بصیرت وبصارت سے بھی عاری ہو گئے۔ جنون خلد میں عقل برباد ہو گئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ''فتاویٰ رشیدیہ'' (ص ۵۹۷) میں کوا کھانے کو ثواب لکھا ہے۔ ان کے اس پہلو پر نشتر زنی ملاحظہ ہو ؎

جو جنون خلد میں کوؤں کو دے بیٹھے دھرم
ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں
عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

دوسرے شعر میں مولوی اشرف علی تھانوی کے اس عقیدے کا رد ہے جو اس نے علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انکار میں لکھا:

''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، ص ۱۵)

تو اس نے علم غیب کو حیوانات کے علم سے تشبیہ دی (معاذ اللہ) اس نے تو گویا اپنی عقل چوپایوں کو دے ڈالی اور حق کے راستے سے الگ ہو بیٹھے۔ علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o (الرحمن: ۱-۲) ''رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا'' (کنز الایمان)

خود حق تعالیٰ جس ذات کا پڑھانے والا ہو اس کے علم کی بلندی کا کیا عالم ہوگا۔ انسانی عقلیں اس کی بلندی کو نہیں ناپ سکتیں۔ حاسدین کا حال تاج الشریعہ کی زبانی سنیے ؎

ان کا سایہ سروں پر سلامت رہے
منھ سڑاتے رہیں یوں ہی دشمن سدا
ان کے حاسد پہ وہ دیکھو بجلی گری
وہ جلا دیکھ کر وہ جلا وہ جلا

وہ جلیں گے ہمیشہ جو تجھ سے جلیں
مر کے بھی دل جلوں کو نہ چین آئے گا

محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان کی جان ہے، اس محبت والفت کے ساتھ جو سجدہ بارگاہ الٰہی میں کیا جائے گا، مقبول ہوگا، بغیر اس محبت کے سجدہ قبول نہ ہوگا اور ماتھے سے دل کی سیاہی کا داغ ہویدا ہوگا ؎

جبین وہابی پہ دل کی سیاہی
نمایاں ہوئی جیسے ہو مہر شاہی
کہ ایں سجدہ ہائے بغیر محبت
نہ یابند ہرگز قبول از الٰہی

سجدہ بے الفت سرکار عبث اے نجدی
مہر لعنت ہیں یہ سب داغ جبیں سائی کے

وسیلے سے متعلق دلائل وبراہین کے انبار موجود ہیں، اس کے باوجود وہابیہ وسیلے کے منکر ہیں۔ قرآن مقدس کا ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المآئدۃ:۵:۳۵)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو'' (کنزالایمان)

ابنیا و اولیا، بارگاہ الٰہی کے مقبولین و محبوبین ہیں اور وسیلہ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لیے بھی وسیلہ درکار ہے۔ آیت مذکورہ کے حوالے سے تاج الشریعہ کا یہ شعر دیکھیں ؎

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں

نجدی تحریک کو پروان چڑھانے میں انگریزوں کی معاونت و مشاورت رہی ہے جس کے شواہد بھی موجود ہیں۔ اس تحریک نے حجاز مقدس پر قبضہ جمایا، مسلمانوں سے قتال کیا، مال و اموال چھینے، مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے عائد کیے، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی۔ ان کے ہاتھوں جاری تباہی و بے حرمتی کے ضمن میں تاج الشریعہ نے دعائیہ انداز میں حجاز سے ان کے انخلا کا مضمون بڑی فنی مہارت سے باندھا ہے ؎

نجدیوں کی چیرہ دستی یا الٰہی! تا بکے
یہ بلائے نجدیہ طیبہ سے جائے خیر سے

دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عجلت کیجیے

دفع طیبہ سے ہو یہ نجدی بلا
یارسول اللہ عجل بالجلاء

وہابیہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی منکر ہیں۔ اس تعلق سے ''تقویۃ الایمان'' میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ ''رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے۔'' (ص۱۹) معاذ اللہ۔ اس عبارت کو تقویۃ الایمان کے جدید ایڈیشن میں تحریف سے بدل دیا گیا ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی تحریر فرماتے ہیں: ''انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہدا و حافظان قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی، جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ ''مر کر مٹی میں مل گئے''، گمراہ بد دین خبیث مرتکب توہین ہے۔'' (بہار شریعت، حصہ اول، ج ا، مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی، ص ۲۷۔۲۸)

اس بابت تنقید کا رنگ ملاحظہ ہو اور حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق عقیدے کی صراحت کا واضح پہلو بھی ؎

مر کے مٹی میں ملے وہ نجدیو! بالکل غلط
حسب سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطان جمال

اشعار تاج الشریعہ سے، اس مضمون میں وہابیہ کے رد و ابطال میں نشتریت کے صرف چند نمونے پیش کیے گئے۔ ان شاء اللہ پھر کبھی مزید اشعار کا جائزہ پیش کیا جائے گا اور باطل فرقوں کے سد باب کے دوسرے شعری محرکات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ضرورت ہے کہ اعتقادی خدمات اور فروغ حق کے موضوع پر ''سفینۂ بخشش'' کا علمی جائزہ لیا جائے یہ کام بزم ادب کا کوئی شناور ہی کر سکتا ہے ایسے محققین کو اس سمت توجہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح ذکر کردہ موضوع پر تاج الشریعہ کا نثری اثاثہ جو تصانیف و تالیفات نیز فتاویٰ پر مبنی ہے وہ بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے نیز ان سے اعتقادی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کا درس ملتا ہے۔

نوٹ: یہ مضمون حضور تاج الشریعہ کی حیاتِ ظاہری میں لکھا گیا تھا۔ علم و فضل کا یہ آفتاب 7 ذی قعدہ 1439ھ/20 جولائی 2018ء بروز جمعہ شہر بریلی میں اپنی تابانیاں بکھیر کر روپوش ہو گیا۔

☆☆☆

عرفان شخصیات

امام احمد رضا اور چشتی مجدد دین اسلام

مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

امام احمد رضا اور حضرت محبوب الٰہی چشتی

نام: نظام الدین، لقب: محبوب الٰہی، والد ماجد کا نام: حضرت خواجہ احمد قدس سرہ العزیز۔ ولادت ۶۳۵ھ بدایوں۔ وصال ۷۲۵ھ، دھلی۔ آپ حسینی سید ہیں آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ احمد علیہ الرحمہ آپ کی کم سنی میں وصال فرما گئے، ان کا مزار مبارک بدایوں میں مرجع خلائق ہے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ نے گھر ہی پر دلائی بعدہ علم دین کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور وہیں سے سند حدیث لی، آپ کو حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رضی الرحمن (مزار مبارک پاک پٹن شریف پنجاب پاکستان) سے بیعت وخلافت واجازت حاصل ہے اور انہوں نے ہی آپ کو دہلی کی ولایت عطا فرمائی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ تک آپ کا سلسلۂ طریقت حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت محبوب الٰہی چشتی (۲) بابا فرید الدین (۳) حضرت قطب الدین بختیار کاکی (۴) حضرت خواجہ غریب نواز چشتی رحمۃ اللہ علیہم محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد برحق بابا فرید علیہ الرحمہ کے ملفوظات بنام راحت القلوب مرتب فرمائے اور آپ کے ملفوظات آپکے مرید اور خلیفہ حضرت امیر علا سنجری نے بنام فوائد الفواد مرتب در مائے۔

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کا یہ قول

''ہنوز دلی دور است'' ضرب المثل بن گیا ہے آپ نے کئی بادشاہوں کا دور دیکھا۔ آپ کے مریدوں میں سلاطین، امرأ وزرأ شعرأ، فقرأ، غربأ سبھی طرح کے لوگ شامل تھے، آپ کی خانقاہ علم وتصوف اور خدمت خلق وخدمت دین کا مرکز تھی۔ آپ کے خاص خلفاء میں حضرت امیر خسرو اور حضرت نصیر الدین محمود کو حاصل ہوئی۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی کی کرامات آج بھی جاری وساری ہیں۔ اور تا قیامت انشاء اللہ جاری وساری رہیں گی، آپ ہی کے نام پر آپکے مزار پر آپکے مبارک کا علاقہ علاقۂ نظام الدین کہلاتا ہے اور آپ کے نام پر دہلی میں ایک ریلوے اسٹیشن ''حضرت نظام الدین'' بھی ہے۔

کارنامۂ تجدید:

حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ والرضوان نے تصوف و روحانیت اور خدمت خلق کے ذریعہ دین متین کی زبردست خدمت انجام دی۔ ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام سے ہم آغوش کیا اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ بڑے بڑے بادشاہوں اور کج کلاہوں کا غرور اوران کے قلب ونفس کی انا اور میل چور چور اور دور فرما کو انہیں نیک دل انسان اور سچا مسلمان بنا دیا م سلسلۂ چشتیہ کو آپ ہی کے کارنامۂ تجدید کی بدولت عرس وفاتحہ و نذر ونیھاز کی حاضری اور محبت بھری رسمیں جاری وساری ہیں اور

مزارات اولیاء کا تقدس اور رونق قائم ہے۔

آپ کو سیدنا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ سے زبردست عقیدت و محبت تھی اور آپ ان کی عظمتوں کے قائل تھے۔

بارگاہ محبوب الٰہی کی حاضری:

حضرت امام احمد رضا بارگاہ سیدنا محبوب الٰہی کی حاضری کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔ ''میری عمر تیسوان سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزار میر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی، میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپکے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شورشغب سے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہو گئے۔ میں سمجھا کہ واقعی سب خاموش ہو گئے، معلوم ہوا کہ سب حضرت کا تصرف ہے، یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے یاغوثاہ زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ کیا۔ (پھر ارشاد فرمایا) ارادت شرط اہم ہے بیعت میں۔ بس مرشد کی ذراسی توجہدرکار ہے اور دوسری طرف اگرادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا'' (مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی، الملفوظ حصہ سوم، ص ۵۹)

اس واقعہ میں حضرت محبوب الٰہی کی عظمت، تصرف اور کرامت کا اظہار بھی ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے مرشد سے ارادت اور وفاداری کا درس بھی۔ سیدنا محبوب الٰہی کی کرامت اور تصرف کو تسلیم کرتے ہوئے بھی امام احمد رضا نے استعانت یا توجہ وغیرہ کے سلسلے میں اپنے ہی مرشد سے لو لگائے رکھنے کی تعلیم دی ہے درس تصوف اور تعلیم بزرگاں بھی ہے۔

اس واقعہ کے تسلسل میں سیدنا امام احمد رضا نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ المولی تعالی عنہ کا ایک واقعہ بیان فرما کر تصوف اور طریقت کے اس اصول کی صداقت کا ثبوت بھی دیا ہے اب امام احمد رضا اس کی تصدیق خود حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے اس واقعہ سے کراتے ہیں۔

''تین قلندر حضرت محبوب الٰہی کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ حضرت نے خدام کو کھانا لانے کے لئے کہا۔ کھانا آیا مگر قلندروں میں سے ایک نے وہ کھانا پھک دیا اور کہا اس سے اچھا کھانا لاؤ۔ اسی طرح کئی بار ہوا، آخر کار سرکار محبوب الٰہی نے اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور اس ک کان میں فرمایا۔ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا ہے جو تم نے راستے میں کھایا۔ یہ سن کر اس کا حال متغیر ہوا۔ دراصل یہ تینوں قلندر تین دنوں سے بھوکے تھے۔ راستے مین ایک مرا ہوا بیل پڑا ملا کس کے گوشت میں کیڑے رینگ رہے تھے، مگر بھوک مے مارے ان تینوں نے اس کا گوشت کھالیا تھا۔

حضور محبوب الٰہی کی یہ کرامت دیکھ کر قلندر آپکے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے اسے اٹھا کر سینیسے لگایا اور جو کچھ عطا کرنا تھا کیا، وہ قلندر وجد میں آکر رقص کرنے لگا اور اسی عالم میں کہتا جا تا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین بارگاہ نے اسے ڈانٹا کہ نادان! یہ تو سرکار محبوب الٰہی نے عطا فرمائی ہے۔ اس پر سرکار محبوب الٰہی نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ مرید ہونا اس سے سیکھو۔'' (مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی، الملفوظ حصہ اول، ص ۱۲ ر ملخصاً)

محبوب الٰہی کے جودوکرم کا بیان

امام احمد رضا فرماتے ہیں:۔ ''حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب زربخش ہے حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان بڑے بڑے قیمتی جواہرات کے لاکر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ الھدایہ مشترکۃ: ارشاد فرمایا۔ اما تنہا خوشتر! یہ فرما کر سب ان کی دیدیئے۔

بعد وصال محبوب الٰہی سے فیض وامداد

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان۔ مرزا مہر جان جاناں قدس سرہ کے قول سے سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے فیوض کی

بابت (ان کے وصال کے بعد) اس طرح بیان فرماتے ہیں:
سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خوعنایت بسیار فرمایند۔ (امام احمد رضا حیات الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۳)

حضرت محبوب الٰہی
اور حضرت امام احمد رضا کے اقوال وافکار

(۱) علم وعلماء کے فضائل میں:

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔"علماء کی مجلس میں اٹھنا بیٹھنا اور اندر ان کی سی خوبیاں پیدا کرنا ہدایت الٰہی ہے تمام جہاں کی چیزیں چھوڑ کر پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔"جو شخص کسی شیخ یا عالم دین کی بےعزتی کرے وہ دنیا وآخرت مین منافق اور ملعون ہے۔" (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا فرماتے ہیں: عالم دین کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے"۔ (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ص ۶۱۶)" عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں خوف کفر ہے اگر چہ اہانت نہ کرے"، اگر چہ بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برکہتا ہے۔گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے"۔ (ایضاً جلد دہم ص ۱۷۵)

(۲) سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوا ہے:

سیدنا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں" آفتاب ومہتاب کا نور بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہے"۔ (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور اور مادۂ ایجاد عالم ثابت کیا ہے" (امام احمد رضا نفی الفئی و القمر التمام)

وہ اپنے اشعار کے توسط سے بھی ان عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔

وہی نور حق وہی ظل رب ہے اسی کا سب ہے اسی سے سب ہے
نہیں اس کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی جلوہ شہر بشہر ہے وہی اصل عالم ودھر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

(۳) حرکت فلک کی بابت: سیدنا محبوب الٰہی رضی الرحمٰن عنہ نے فلسفی ظہیر الدین فاریابی کو بدعقیدہ کہا ہے۔اس لئے کہ وہ عقیدہ اہل سنت کو کہ فلک کی حرکت ارادیہ ثابت نہیں ہے کو غلط کہتا ہے۔ (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا نے بھی ایسے فلاسفہ کو بدعقیدہ بتایا ہے اور فرماتے ہیں کہ فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔ (امام احمد رضا، الکلمۃ الملہمہ، ص ۴۵)

علاوہ ان کے صوفی کی تعریف، عورت پر خاوند کے حقوق اور دوسرے معاملات میں بھی دونوں مجدد دین اسلام کے افکار واقوال میں مماثلت ہے۔ (امام احمد رضا، احکام شریعت)

تبصرہ: ۔حضرت محبوب الٰہی اور حضرت امام احمد رضا دنوں اپنی اپنی صدی کے مجدد ہیں اور امام احمد رضا اور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے افکار واقوال میں مماثلت ہے۔امام احمد رضا کو حضرت محبوب الٰہی سے عقیدت ومحبت تھی۔انہوں نے سیدنا محبوب الٰہی کی عظمت وبزرگی کا اظہار بہت ہی عقیدت مندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کیا ہے۔

میر عبدالواحد اور امام احمد رضا

سیرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز:

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ والرضوان حسین زیدی سادات میں ہیں ۔ بمقام سانڈی ۹۱۲ھ یا ۹۱۵ھ میں پیدا ہوئے ۔آپ جید عالم دین، صوفی باصفا اور ولی کامل تھے۔ شیخ صفی رضی الرحمٰن سے بیعت تھے جو سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔جب علامہ میر عبدالواحد صاحب کی عمر ۱۸ سال کی تھی تو آپ کے مرشد برحق حضرت شیخ صفی پردہ فرما گئے۔لہذا بقیہ تربیت حضرت شیخ صفی صاحب کے خلیفۂ خاص حضرت شیخ حسین بن محمد بنی اسرائیل رحمہ اللہ علیہما ساکن سکندرہ نے پوری

فرمائی اورانہوں نے آپ کوخلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ مرشد برحق نے آپ کوسلسلۂ چشتیہ کے علاوہ سلسلۂ قادریہ سہروردیہ میں بھی خلافت سے سرفراز فرمایا تھالیکن آپ سلسلۂ چشتیہ ہی میں بیعت فرماتے تھے۔

آپ نے تقریباً سوسال کی عمر پائی اورنو یادس بادشاہوں کا زمانہ دیکھا جن میں سکندر لودی۔ابراہیم لودی، بابر، ہمایوں، اکبراور جہانگیر وغیرہ قابل ذکرہیں۔

آپ شاعربھی تھےاورمصنف بھی۔آپ کے شعری ونثری تصانیف کی تعدادقریب پندرہ ہیں۔جن میں۔دیوان ساقی نامہ، شرح گلشن راز،شرح مصطلحات، دیوان حافظ،شرح الکافیہ فی التصوف،حقائق ہندی،شدح غوثیہ،شرح نزہۃ الارواح،اورسبع سنابل قابل ذکرہیں۔(تاج العلماءعلامہ سیدمحمدمیاں مارہروی،اصح التواریخ مخلصاًمختلف صفحات)

کارنامہ تجدید:

حضرت علامہ میرعبدالواحدبلگرامی چشتی قدس سرہ اپنے وہد کی پر بدمذہبی بالخصوص رفض اور تفضیلیت کا شدید ردفرمایا ہے۔ طریقت اورتصوف میں جاہل صوفیوں اوربھگتی تحریک کی مشرکانہ و مہلحدانہ آمیزش کی صفائی کی،بدمذہبعں اورنام نہادصوفیوں کا تعاقب فرمایااورطریقت وشریعت کے تابع کیا۔آپ نے عقیدہ اہل سنت کی بہت ہی حسن وخوبی سے وضاحت فرمائی ہے۔اور اسی کواصل مذہب ثبت کیا ہےان تمام باتوں کی سچائی کے لئے آپ کی مشہورزمانہ کتاب سبع سنابل اورمکتوبات بالخصوص دیکھے جاسکتے ہیں۔

امام احمدرضااورعلامہ عبدالواحدبلگرامی

اماامحمدرضابریلوی قدس سرہ العزیز،حضرت میرعبد الواحدبلگرامی رضی اللہ عنہ کےخاندان کےچشم وچراغ خاتم الاکابر سیدناسرکارآل رسول احمدی اضی اللہ عنہ کے مریداورخلیفہ ہیں۔ حضرت میرعبدالواحدبلگرامی کےصاحبزادۂ اکبرحضرت میرعبد الجلیل علیہ الرحمۃ والرضوان بلگرامی سے آکرمارہرہ مطہرہ میں بس گئے تھے۔ آپ نے یہیں وصال بھی فرمایا۔آپ کی اولادیہیں سے پھیلی اور بڑھی اور حضرت صاحب برکت سیدناشاہ برکت اللہ رضی الرحمن سے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کافروغ ہوا۔مرشدِامام احمد رضاعلامہ عبدالواحدبلگرامی کے ۷/ویں پشت میں ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمدرضاکوحضورعبدالواحدبلگرامی رضی الرحمٰن عنہ سے زبردست عقیدت ومحبت تھی۔آپنے حضرت میرعبدالواحدصاحب کی ہی عقیدت میں بلگرام کی شان میں اشعار کہے ہیں۔چند اشعاربطورنمونہ پیش ہیں۔

اللہ اللہ عزواشان واحترام بلگرام
عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
ھتا بما استجبت بلدہ کا پاسخ بلگرام
مرکز دین مبیں ٹھہار یہ نام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

(امام احمدرضاحدائق بخشش حصہ سوم)

سبع سنابل اورعلامہ میرعبدالواحدرضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف

امام احمدرضاسبع سنابل کوبہت ہی معتبراورلائق عظمت واہمیت کتاب تسلیم کرتے تھے۔آپ سے سوال کیاگیا۔بیعت کےمعنی کیاہیں؟توآپنے جواب میں سبع سنابل کابھی حوالہ دیا۔ فرماتے ہیں:’’بیعت کےمنی بک جانا۔سبع سنابل شریف میں ہے ایک صاحب کوسزائےموت کاحکم بادشاہ نے دیا۔جلادنےتلوار کھینچی۔یہ اپنے شیخ کےمزارکےطرف رخ کرکےکھڑے ہوگئے۔جلادنےکہااس وقت قبلہ کوومنہ کرتےہیں۔فرمایاتواپنا کام کرمیں نےقبلہ کومنہ کرلیاہےاورہےبھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہےجسم کااورشیخ قبلہ ہےروح کا۔اس کانام ارادت ہے۔اگراس طرح صدق عقیدت کیساتھ ایک دروازہ پکڑلےتواس کوفیض ضرورآئیگا۔(مفتی اعظم ہندعلامہ مصطفی رضاخان بریلوی ،الملفوظ حصہ دوم،ص ۶۳)

امام احمد رضا سے سوال کیا گیا۔ خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم سے آیا حضرت علی کرم اللہ افضل تھے یا کم؟ جواب میں تفصیلی بحث کر تے ہوئے نو حدیثوں کے بعد دسویں حدیث حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ابن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ابن اماعالیمقام سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کے خاندان سے میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ عنہ اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے پیران عظام کا تعلق ہے اور اسی لئے یہ حضرات نام کے آگے زیدی بھی لگاتے ہیں۔

اب رضا کے جواب کا بقیہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''یعنی خارجیوں نے اٹھ کر ان سے بہتری کی جو ابوبکر و عمر سے کم تھے (یعنی عثمان و علی رضی اللہ عنہم) مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے ایک کو فیوں! او پر جست کی کہ ابو بکر و عمر سے تبری کی تو اب کون رہ گیا خدکی قسم اب کوئی نہ رہا جسپر تم نے تبرانہ کہا ہو والعیاذ باللہ رب العلمین۔ اللہ اکبر! امام زید شہید رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامان خاندان زید کو بحمدہ اللہ کافی و وافی ہے۔ سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، بحر طریقت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، سیدنا و مولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی، واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالی سرہ السامی نیکتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف'' تصنیف فرمائی کہ بارگاہ عالم پناہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موقع قبول عظیم پر واقع ہوئی۔ حضرت دامت برکاتہم کے جدامجد اور اس فقیر کے آقائے نعمت و مولائے اوحد حضرت اسد الواصلین، محبوب العاشقین سیدنا و مولانا حضرت سید شاہ حمزہ حسینی مارہروی قدس سرہ القوی کتاب مستطاب کاشف الاستار شریف' کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ درخاندان ما حضرت سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب کمال برخاستہ اند، قطب فلک ہدایت، و مرکز دائرہ ولایت بور در علم صوری و معنوی فائق و از مشارب اہل تحقیق ذائق، صاحب تصنیف و تالیف است و نسب ایں فقیر بہ چہار واسطہ بذات مبارکہ می پیوندد۔

جاننا چاہئے کہ ہمارے خاندان میں سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بہت بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔ آسمان ہدایت کے قطب، اور دائرۂ ولایت کے مرکز تھے۔ ظاہری و معنوی علم میں کامل اور اہل تحقیق کے مشرب چشیدہ اور صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اس فقیر کا نسب ان کی ذات مبارکہ تک چار واسطوں سے پہنچتا ہے۔ پھر چند اجزاء کے بعد فرماتے ہیں۔

اشہر تصانیف او کتاب سبع سنابل اسب در سلوک و عقائد، حاجی الحرمین سید غلام علی آزاد سلمہ اللہ در ماثر الکرام می نویسد۔ وقتے در شہر رمضان المبارک سنہ خمس و ثلثین و مائۃ الف مولف اوراق در دار الخلافہ شہجہاں آباد خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ را زیارت کرد و ذکر میر عبدالواحد قدس سرہ درامیان آمد۔ شیخ مناقب و ماثر میر تادیر بیان کردہ فرمودہ شبے در مدینہ منورہ پہول بربستر خواب کزاشتیم۔ درواقعہ می بینم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاد مجلس اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باریاب شدیم جمع فیہ از صحابہ کرام و اولیائے امت حاضر اند درینہا شخصے است کہ حضرت باولب بہ تبسم شیریں کردہ حرفہامی زنند و التفائے تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت باو التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی ب باعث مزید احترام او ایں ست کہ ''سبع سنابل'' تصنیف او در جناب رسالت پنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول افتادہ انتہی کلامہ، انتہی مقالہ الشریف بلفظہ المنیف قدس سرہ الطیف۔

سلوک و عقائد میں آپ کی مشہور ترین تصنیف ''سبع سنابل شریف ہے'' حاجی الحرمین سید غلام آزاد علی بلگرامی ''ماثر الکرام'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک ۱۰۳۵ھ میں مولف اوراق (سید ازاد بلگرامی) دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت شیخ

دیر تک میر عبدالواحد کے فضائل ومناقب بیان فرماتے رہیں۔ فرمایا: ایک رات مدینہ طیبہ میں آرام کررہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغۃ اللہ دربار رسالت مے باریاب ہیں۔ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی ایک جماعت حاضر بارگاہ ہے۔ انمیں سے ایک شخص کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے ہوئے گفتگو فرمارہے ہیں اور خوب توجہ فرمارہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ سے وچھا یہ شخص کون ہیں جن کی طرف حضرت اقدس اس قدر توجہ فرمارہے ہیں؟ انہوں نے بیایا یہ سید عبدالواحد بلگرامی ہیں ان کے اعزاز کیوجہ یہ ہے کہ ان کی تصنیف ''سبع سنابل شریف'' دربار رسالت میں مقبول ہوچکی ہے۔

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اس کتاب مقبول ومبارک میں مسئلہ تفصیل بکمال تفصیل وتاکیف جمیل وتھدید جلیل ارشاد فرمایا'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

امام احمد رضا قدس سرہ نے سبع سنابل شریف سے فارسی عبارت پیش کرنے کے بعد اردو ترجمہ بھی پیش فرمایا ہے۔

سبع سنابل کی یہ عبارت (اردو ترجمہ از امام احمد رضا) جو خارجی رافضی دنوں کے رد میں ہے۔ امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں: ''مخدوم قاضی شہاب الدین نے یسیر الحکام میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق از روئے حدیث انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی پیغمبر کے مقام کو نہ پہنچ سے ان کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جو شخص امیر المومنین علی کو خلیفہ نہ جانے وہ خارجی ہے اور شخص انہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے وہ رافضی ہے'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

اسی طرح حضرت امام احمد رضا سبع سنابل شریف سے حوالہ دیتے ہوئے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں: حضرت میر قدس سرہ المنیر نے یہ بحث پانچ ورق سے زائد میں افادہ فرمائی ہے۔ من طلب الزیادۃ فلیرجع الیہ۔

الحمد للہ یہ عقیدہ ہے کہ اہل سنت وجماعت اور ہم غلامان درود مان زبد شہید کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

تبصرہ

امام احمد رضا حضرت علامہ میر عبدالواحد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی اولاد سے بیعت ہیں۔ انہیں کے خلیفہ بھی ہیں، اس لئے بھی اور حضرت میر صاحب قدس سرہ المنیر کے علم ولایت وکرامت، عقائد اہل سنت کی روشن وضاحت وغیرہ کرنے کے انہیں کے باعث انہیں حضرت عبدالواحد بلگرامی سے زبردست عقیدت تھی اور وہ ان کی عظمتوں کے قائل تھے۔ سبع سنابل کی توصیف کرنا، اس کا حوالہ دینا۔ حضرت میر صاحب رضی الرحمن کے لئے۔

مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حبر شریعت، بحر طریقت۔ جیسے القاب لکھنا اور انہیں کے عقیدہ کو اپنا اور اہل سنت کا عقدہ تسلیم کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ امام احمد رضا اور ان کے عقائد ومسالک اور افکار ونظریات (شریعت وطریقت میں) ایک ہی ہیں۔

خلاصۂ کلام

سلسلہ چشتیہ کے چار ہندوستانی مجدد دین اسلام میں ۱۴ویں صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تعلق سے تین صاحبان علم وفضل وولایت وکرامت۔

(۱) سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی۔ غریب النواز

(۲) سیدنا خواجہ نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی دہلوی

(۳) سیدنا علامہ میر عبدالواحد بلگرامی چشتی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ذکر کیا گیا، امام احمد رضا نے ان تینوں چشتی مجدد ین اسلام کی عظمت، بزرگی اور ولایت وغیرہ کا بہت ہی نیاز مندانہ اور حقیقت پسندانہ اظہار کیا ہے۔ تینوں صاحبان عظمت اور اعلیحضرت امام احمد رضا کے عقائد ومسالک اور تصوف وطریقت میں افکار ونظریات میں ایک ہی ہیں۔

★★★★

مطالعات

مراسلت سنت وندوہ: ایک مطالعہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ، خادم مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا قدس سرہ (ر ۱۲۹۲ھ ر ۱۳۶۲ھ) کی شخصیت بڑی پرکشش، بارعب اور وجیہ تھی۔ علم و عمل میں یکتائے روزگار اور والد گرامی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم اخلاص تفقہ اور فکر و تدبر کے مظہر اتم تھے۔ ان کی تصنیفات سے اعلیٰ حضرت کا رنگ صاف نمایاں ہے۔ شاعری میں بھی وہی سوز و ساز ہے جو امام احمد رضا کا امتیاز خاص ہے۔ غرض جس رخ سے حجۃ الاسلام کی زندگی کو دیکھئے ''حامد منی انا من حامد'' کے جلوے صاف نمایاں ملیں گے۔

حجۃ الاسلام کی تالیفات میں ایک اہم تالیف مراسلت سنت وندوہ ہے۔ یہ آپ کی مستقل تصنیف نہیں بلکہ امام احمد رضا اور مولانا محمد علی مونگیری کے درمیان مراسلت کا مجموعہ ہے جس پر آپ نے اہم مقامات پہ حواشی تحریر کئے ہیں۔ مراسلت کا موضوع ندوہ ہے۔ امام احمد رضا نے ندوہ کی خرابیوں اور خلاف اہل سنت عقائد کی اصلاح کے لئے مولانا محمد علی مونگیری کو خطوط لکھے، اور اس میں ندوہ کی خرابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی طرف انہیں متوجہ کیا۔ مولانا مونگیری نے شروع کے دو خطوط کے جوابات دئے اس کے بعد وہ لاجواب ہو گئے مگر اصلاح قبول نہیں کی۔ دونوں طرف سے مراسلت کی تعداد ۵ رہے جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مونگیری نے امام احمد رضا کے مخلصانہ جذبہ کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا اور ان پر تیکھے وار کئے اس کے باوجود امام احمد رضا کے لہجے میں تلخی نہیں آئی۔ زیر نظر مقالہ میں جانبین کے خطوط اور ان پر حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا کے حواشی کے حوالہ سے اشارۃً کچھ گوشے پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ رسالہ کل ۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے اور اس میں کل ۵ رخطوط ہیں، تین اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اور دو مولانا محمد علی مونگیری کے۔ قابل ذکر بات یہ ہے مراسلت کا یہ دورانیہ صرف ۲۹ رشعبان ۱۳۱۳ھ سے ۱۶ ررمضان ۱۳۱۳ھ تک کا ہے جس کی صورت یہ ہے۔

نامہ اول امام احمد رضا ۲۹ رشعبان ۱۳۱۳ھ بنام مولانا محمد علی مونگیری

جواب مولانا محمد علی مونگیری ۳۰ رشعبان ۱۳۱۳ھ بنام امام احمد رضا

نامہ دوم امام احمد رضا ۵ ررمضان ۱۳۱۳ھ بنام مولانا محمد علی مونگیری

جواب مولانا محمد علی مونگیری ۱۱ ررمضان ۱۳۱۳ھ بنام امام احمد رضا

نامہ سوم امام احمد رضا ۱۵ ررمضان ۱۳۱۳ھ بنام مولانا محمد علی مونگیری

اس تیسرے خط کے جواب میں مولانا مونگیری کی خموشی کے سبب مولف رسالہ حجۃ الاسلام نے دونوں طرف کی مراسلت کو ''مراسلت سنت وندوہ'' (۱۳۱۳ھ) کے تاریخی نام سے جمع کیا اور ''مطبع نظامی واقع بریلی'' سے ۱۰ رشوال ۱۳۱۳ھ کو شائع کر دیا تا کہ اصلاح ندوہ کے حوالہ سے امام احمد رضا کی مخلصانہ جدوجہد سامنے آ سکے۔ رسالہ کے سروق کے حاشیہ میں یہ عبارت لکھی گئی ہے:

اہل انصاف نظر فرمائیں کہ حضرت امام اہل سنت مدظلہ نے کس قدر نرمی بلکہ عاجزی برتی، یہاں تک کہ جواب خطوط میں بہت اعتراضات ذکر نہ فرمائے کہ کہیں حضرات کو ناگوار نہ ہو، جنہیں اب اخیر درجے مولانا مؤلف سلمہ نے بالاجمال تحریر فرمایا۔۔۔۔

جس وقت یہ مراسلت ہوئی اس وقت حجۃ الاسلام کی عمر صرف ۲۱ رسال کی تھی، اور فراغت کو صرف تین سال ہوئے تھے، مگر اسی عمر میں آپ نے والد گرامی کے مجاہدانہ جدوجہد میں حصہ لینا شروع کیا اور اس مشن کی تکمیل میں مصروف ہو گئے جس کے لئے پروردگار عالم جل مجدہ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو پیدا فرمایا تھا۔ حجۃ الاسلام کی مؤلفہ یہ

کتاب ان کے اسی مخلصانہ جدوجہد کی عظیم یادگار ہے۔ یوں دونوں طرف کے مراسلت کو جمع کر دینا کوئی بڑا کام نہیں مگر یہ بڑا کام حجۃ الاسلام کی حاشیہ آرائی سے ہوا ہے جس کے مطالعہ سے مؤلف کی علمی لیاقت مخلصانہ جذبہ اور بالخصوص ان کے تنقیدی بصیرت پہ بھر پور روشنی پڑتی ہے۔ یہاں اس حوالہ سے چند نمونے پیش ہیں:

پہلے مکتوب میں امام احمد رضا نے لکھا:

یہ بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کی جانب سے بنظر ایضاح حق حاضر ہوئے ہیں اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بنہایت الحاح گزارش کہ غور کامل فرمایا جائے۔۔۔۔(آخر میں لکھا) للہ چند ساعت کے لئے لحاظ ہر این وآں سے خالی الذہن ہو کر اپنے جد کریم علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیم کی احادیث پیش نظر رکھ کر تنہائی میں نظر تدبر فرمائیں''

اس انداز تخاطب پر بھی مولانا مونگیری اصلاح حال واصلاح ندوہ پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ وہ اپنی تائید میں مختلف حوالے پیش کرتے رہے، ان دلائل کی شرعا کیا حیثیت تھی اور ان کا موقف کتنا غلط تھا، حجۃ الاسلام نے ان مکتوبات پہ اپنے حواشی میں واضح فرما دیا ہے۔ ان حواشی میں دلائل وشواہد اور تنقید وتحقیق کی ایک ایک دنیا آباد ہے۔ میں یہاں مولانا مونگیری کے مکتوبات پہ حجۃ الاسلام کے چند تنقیدی حواشی بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے نفس مسئلہ کی وضاحت کے ساتھ ان کی تنقیدی بصیرت بھی ہویدا ہوتی ہے، مولانا مونگیری کی عبارت کو قولہ اور ان کے حواشی کو تنقید کے نام سے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

قولہ:

کچھ سروکار نہیں اور ان کے عقائد درکنار ان کی وضع سے نفرت ہے باقی رہی جزئیات، جن پر گفتگو ہو سکتی اور اس پر (حق کا) دارومدار نہیں جن کے چھوڑنے سے ندوہ کے مقاصد صحیحہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو اسی واسطے عرض یہ تھی آپ ایسے دانشمند بزرگ بھی اسمیں شریک ہوتے۔

تنقید:

مولانا یہی تو غضب ہے کہ آپ سروکار نہیں رکھتے، چور گھر میں آئے، گھر کے لوگ کہیں اس سے کچھ سروکار نہیں اس گھر کا خدا حافظ۔۔۔۔۔۔(آگے واضح نہیں)

قولہ:

مجھے امید (۱) ہے ان کی شرکت تو آپ بھی مضر (۲) نہ فرمائیں گے اور جن کے حالات نامعلوم ہیں ان کی شرکت بضرورت (۳) رکھی گئی اور الضرورات تبیح المحذورات (۴) مسلمہ قاعدہ فقہیہ ہے کتب فقہ سے ظاہر ہے کہ بعض باتیں (۵) جو متقدمین نے حرام لکھیں متاخرین نے ان پر جواز کا فتویٰ دیا۔ آپ کے روبرو ان کا بیان کرنا فضول ہے۔ کسی کافر کو ولی بتانا اور بات ہے اور (۶) الا ان تتقوا منهم تقاة (۷) پر عمل کرنا اور بات ہے

تنقید:

(۱) جہاں واقع کا یہ حال وہاں توقع کا کیا خیال، ''قیاس کن زگلستان او بہارش را''

(۲) جی بھلا کاہے کو۔ مذہب اعلانیہ ذبح ہو گیا اور ضرر کے نام خون بھی نہ چھنکا۔

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑھائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

(۳) ضرورت کیا ہے، ردسنت، واعلائے بدعت، واجازت واشاعت اقوال ضلالت، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴) ''محذورات'' بظائے معجمہ لکھئے، بارے ان کاروائیوں کو حرام تو مان چکے، اب اس جانگزا فاقہ کا ثبوت آپ پر رہا، جس میں مردار حلال کر لیا پھر ضرورت بھی ہے تو اصلاح دین یا توہین سنت، وتحسین بدعت ودعوت ضلالت سے افساد دین، یہ دین کی اصلاح ہوئی یا دین میں اصلاح دی، بیمار کا اچھا علاج کیا، کہ دوا کی جگہ زہر ہلاہل دیا۔

(۵) معلوم نہیں کہ ترک مذہب اور اشاعت بدمذہبی کس اجتہاد جدید سے حلال ہوئی، سوالات دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ گنگا

الٹی بہی، یہ جو پیش خویش اب حلال کرلیا، اگر بالفرض جب حلال ہوتا تو اب حرام ہوجاتا، جب حلال تھا تو حرام تھا تو اب حرام تر ہوا نہ کہ الٹا حلال؟ ان ھٰذا الا اضلال

(۶) ہیہات، دنیا بھر میں سنیت کی پکار اور یہ تقیہ کا دھوم دھامی اقرار، قطع نظر اس سے کہ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک یہ آیت مطلقا منسوخ ہے کما فی التفسیر الکبیر ومعالم التنزیل۔ بہت ائمہ کے نزدیک حکم صرف حربی کافروں کے باب میں ہے کما فی المعالم وغیرھا۔

اولا: جن بدمذہبوں سے آپ اقراری تقیہ کررہے ہیں ان کی سلطنت نہیں ان کا غلبہ نہیں، بلکہ الحمدللہ اہل سنت ہی کثیر ہیں اور وہ قلیل وذلیل، پھر ایسے ڈر کا کیا علاج کہ صاحب الزمان ایران کی سلطنت دیکھ کر بھی غار سے نہ نکلیں۔

ثانیا: تقیہ کا محل وقت اکراہ شرعی ہے، سنیوں کے گلے پر معاذ اللہ کس کی چھری ہے۔ معالم وخازن وغیرھما تفاسیر میں ہے التقیۃ لاتکون الامع خوف القتل وسلامت النیۃ قال اللہ تعالیٰ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یوں تو نصرانیت کا تقیہ زیادہ چست ہے کہ انہیں کی حکومت انہیں کا وقت ہے۔

ثالثا: بفرض باطل اگر یہ دینی حالت، حاجت تقیہ پہنچی تو ایسے بلاد (شہروں) سے ہجرت واجب تھی، مولانا شاہ عبد العزیز صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں:

> طریق آں تقیہ در شرع آنست کہ ہرگاہ مومن درجائے واقع شود کہ اظہار دین ومذہبِ خود نتواند کرد بسبب تعارض مخالفان بروے ہجرت واجب می گردد ہرگز اورا جائز نیست کہ طریق خودرا مخفی داشتہ تمسک بعذر استضعاف شود بدلیل نصوص قطعیہ قرآن

کہ یہیں بیٹھے دفتر جمائیں اور تقیہ کی بدولت چندہ کمائیں۔

رابعا: تقیہ ہو بھی تو اپنی جان بچانے کو یا دوسروں کی جان پر آفت ڈھانے کو، تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت اور تقیہ کی بحث میں ہے اما یرجع ضررہ الی الغیر فذالک غیر جائز۔ البتہ یہ جو تمام عوام کو اختلاط حرام واتحاد نافرجام کی پرجوش دعوتیں دی جارہی ہیں علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ بدعت کی تحسین سنت کی توہین ضلالت کی تہوین کی جارہی ہے ان سے عوام بے چاروں کا دین گیا یا رہا؟ ایسا تقیہ کس نے کہا

خامسا: تقیہ وقت ضرورت تعریضات کا نام ہے، یا صریح دعوے، ثبوتوں کے لچھے، تاکیدوں کے جھاڑ تائیدوں کے گچھے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

> التقیہ انما تجوز اذاکان الرجل فی قوم کفار ویخاف منھم علیٰ نفسہ ومالہ فیداریھم باللسان وذالك بأن لایظھر العداوۃ باللسان بل یجوز ایضاان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالات لکن بشرط ان یضمر خلافہ ان یعرض فی کل مایقول

سادسا: جنابا! تقیہ بچانے کو ہوتا ہے نہ کہ مٹانے کو۔ چور سے گٹھری یوں بچائی کہ بتی بتائی آگ دکھائی، ذرا سوالات ملاحظہ ہو۔

سابعا: سب جانے دیجئے آخر تقیہ بچارے کہ پاؤں کتنے؟ اب کہ آپ نے کھلم کھلا اقرار کیا، اور ہم نے چھاپ دیا سب پر کھل گیا، اب تقیہ کہاں رہا۔ اب توباز آیئے؟ اور کھلے بندوں ہوجایئے؟۔ تقصیر معاف! بار بار باجمال واقتصار قبول حق کے لئے عرض کرنے اور مسموع نہ ہونے نے ہمیں اس قلیل تفسیر پر مجبور کیا ہے۔ کرم جناب سے عفو کی تمنا ہے

(۷) خط شریف میں یونہیں لکھا ہے مگر اس کی رسم خط قرآن عظیم میں تقٰۃ ہے ۔کہ یعقوب وغیرہ نے تقیۃ پڑھا ہے۔ (سنت وندوہ: ص ۱۲۔۱۳)

قولہ:

> ذرا انصاف وغور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہماری سختی (۱) اور تشدد نے ہمارے فرقہ اہل سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ہندوستان میں تقریبا

تمام اہل سنت حنفی تھے غیر مقلد کا شاید نشان بھی نہ ہو ابتدا میں ایک دو شخصوں کی رائے نے غلطی کی یا جو باعث ہو، انہوں نے بعض مسائل میں اختلاف کیا۔

تنقید:

دین پر تصلب تو مقصود و محمود ہے، **ولیجدوا فیکم غلظة واشدھم فی امر اللہ**۔ ہاں جو بے جا سختی ہے اسے مٹائیے تا کہ **بالّتی ھی احسن** کے بجائے سرے سے **جادلھم** ہی کو بہائیے۔ (ص: ۱۳)

قولہ:

ہمارے بعض حضرات (۱) بنظر حمایت حق (۲) انہیں مخاطب بنایا اور انہیں رد کیا، اگر چہ ان کی نیت (۳) خیر تھی اور اس کا ثواب وہ پائیں گے ان شا اللہ تعالیٰ۔ مگر اتنی مدت کے تجربہ نے یہ معلوم کرا دیا کہ یہ حمایت (۴) خلاف مصلحت ہوئی، اگر وہ بعض کجرو (۵) مخاطب نہ بنائے جاتے اور ردو کد کا اعلان نہ ہوتا تو وہ گوشہ گمنامی میں نہ پڑے (۶) رہتے؟ نہ انہیں (۷) اپنی حمایتیوں کی تلاش کی حاجت پڑتی نہ اپنی بات کے اعلان کا اس قدر خیال ہوتا۔

تنقید:

(۱) بھلا غیر مقلدوں کی کثرت کا الزام تو ان بعض حضرات پر آیا جن میں مولانا ناظم کے استاذ عظیم الجاہ حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب دامت فیوضھم بھی داخل اور رافضیوں کی جوش کا گناہ شاہ عبد العزیز صاحب کے ماتھے جائے گا کہ انہوں نے تحفہ (اثنا عشریہ) لکھا

(۲) جنابا! آپ نے مقلد وغیر مقلد تخالف میں بے دھڑک ایک طرف حق کا ۔۔۔لگا کر دوسری جانب کو باطل ٹھہرا دیا۔ آپ کے نزدیک تو یہ تخالف ایسا ہے جیسے حنفی شافعی کا باھم خلاف، ملاحظہ ہو روداد دوم صفحہ ۹ اور ۱۰۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں "ہمی است شان محتاطین از علمائے راسخین کہ در اجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند"

(۳) آپ نیت خیر بتائیے، مگر افسوس کہ آپ کی رودادوں کے خطبے اسے نفسانیت وخودکشی کہہ رہے ہیں، ملاحظہ ہو روداد اول ص ۱۰۲ وغیرہ

(۴) مصلحت ندوہ کے خلاف ہو مگر سنت اللہ وسنت الرسول سنت صحابہ وسنت ائمہ وسنت علما کے مطابق تھی، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن وحدیث واقوال ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث (جدید) میں آج تک رد اہل ضلالت ہی معمول رہا نہ وہ جو مولانا روداد اول ص: ۳۴ پر فرماتے ہیں کہ "باہمی ردو کد کا صیغہ ہی اڑا دیا جائے" قرآن عظیم سے تحفہ اثنا عشریہ وغیرھا تک، گمراہوں کو مخاطب ہی بنا کر ان کا رد ہوا ہے اور **جادلھم** کا صیغہ خود اس کا حکم دے رہا ہے، نہ وہ جو آپ فرماتے ہیں کہ مخاطب نہ بنائے جاتے، رد کا اعلان نہ ہوتا۔

(۵) کجرو کیسے؟ جب آپ کے نزدیک حنفی وشافعی کے مثل، تو آپ حنفیہ کو کہتے ہیں یا شافعیہ کو۔ ہاں کہتے تو کچھ تعجب بھی نہیں کہ آپ کے نزدیک تو ان سب پر باہمی قول واعتقاد کی رو سے کفر لازم ہے، ان کے عقائد کو خیال کیجئے تو انہیں اسلامی شرکت بھی نہ رہی۔ ملاحظہ ہو روداد دوم ص ۱۰۔ آہ آہ یہ دوروز صحبت نے آپ مولویوں کی تو یہ حالت کردی، عوام بے چاروں کی کیا درگت ہوگی؟

(۶) اور چھپی آگ کی طرح چپکے ہی چپکے پھونکتے رہتے۔

(۷) جنابا! آپ کیا جانیں؟ بدمذہبوں میں دعوت باطلہ وتکلب جہلہ کا کس قدر پرجوش داعیہ ہوتا ہے، جس سے کسی اشتعال کی حاجت نہیں، اچھی کہی کہ وہ اپنا کام کرتے رہتے اور اہل حق چپکے دیکھا کرتے، موذی کو کوئی نہ مارے تو دل تک مارتا چلا جائے ع

نیش عقرب نہ از پئے کیں است

یہ چند نمونے ہیں حجۃ الاسلام کی تنقیدات کے، مگر اس سے یہ آئینہ ہوگیا کہ فقہی مسائل میں بھی انہوں نے فن تنقید سے وہی کام لیا ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں لیا ہے۔ حجۃ الاسلام کی زبان بھی ایسی ہے کہ اگر نام نہ لیا جائے تو رضا و حامد کی زبان میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ اس کتاب میں اس طرح کی تنقیدات اور علمی موشگافیوں کی بہترین مثالیں موجود ہیں، اہل علم ونظر کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

□□□

مطالعات

ڈاکٹر مشاہد رضوی کا عظیم الشان تحقیقی کارنامہ

محمد اشرف رضا قادری (مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت)

نام کتاب : مفتئ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ (پی ایچ ڈی مقالہ)
محقق : ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی
صفحات : ۴۸۴
ناشر : رضا اکیڈمی ممبئی
مبصر : محمد اشرف رضا قادری (مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت)

ماہرِ علم و ادب، نازشِ فکر و فن جناب ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی دام ظلہ العالی علم و ادب اور تحقیق و تنقید کا ایک معتبر نام ہے۔ ان کی دینی، علمی اور ادبی فتوحات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ گذشتہ بیس سالوں سے ان کا قلم مسلسل حرکت میں ہے اور دینیات و ادبیات کے میدان میں فتح و نصرت کا علم لہراتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ ادب اور بالخصوص مذہبی ادب سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ نظم اور نثر دونوں صنفوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ ماہرِ تعلیم، بلند پایہ محقق، اعلیٰ نثر نگار، کامیاب مصنف، منفرد لب و لہجہ کے نعت گو شاعر اور جادۂ تنقید کے ایک تیز رو اور پُرعزم مسافر کی حیثیت سے ان کی ایک نمایاں شناخت ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اپنی علمیت، زورِ استدلال اور نکھرے ہوئے اسلوبِ بیان سے اس میں جان ڈال دیتے ہیں اور سچ پوچھیے تو عنوان کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ مذہبی، تعلیمی، اصلاحی، سماجی اور ادبی موضوعات پر ان کے گراں قدر مضامین و مقالات ہند و پاک کے مشہور اخبار و جرائد میں شائع ہوا کرتے ہیں اور علمی و ادبی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہوں سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ کے بعض اہم اور گراں قدر مضامین کے تراجم دوسری زبانوں میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تحریروں میں اسلوب کی چاشنی اور لہجے کی متانت و سنجیدگی قابلِ تعریف ہے۔ ان کی رواں دواں، سلیس و سادہ اور شائستہ و شگفتہ نثر ذہن و فکر کو اپیل کرتی ہے اور قارئین پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس وقت موصوف کا شمار جماعت اہل سنت کے نام ور محققین، ماہرینِ تعلیم، بلند پایہ مصنفین اور قادر الکلام نعت گو شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ صحیح معنوں میں "عظیم شخصیت" کے مالک ہیں۔ آپ کی شخصیت کی تعمیر و ارتقا میں خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں کی خاص عنایات شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شخصِ واحد میں علم و ادب اور تحقیق و تنقید کی ایک انجمن آباد ہے۔ مختلف موضوعات پر اب تک چھوٹی بڑی پچاس کتابیں لکھ چکے ہیں اور ابھی تصنیف و تالیف کے کئی محاذوں پر ثابت قدمی کے ساتھ اپنے فکر و قلم کے کارواں کو منزل سے ہمکنار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اپنی گراں قدر علمی و ادبی و قلمی خدمات کے صلے میں درجنوں ایوارڈ (وقارِ قلم ایوارڈ، حجۃ الاسلام ایوارڈ، فخرِ سنیت ایوارڈ، فیضانِ رشید ایوارڈ) اور اعزازات سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ علمی و ادبی لحاظ سے جتنے عظیم ہیں، اخلاق و کردار کے اعتبار سے بھی اتنے ہی بڑے ہیں۔ حسنِ اخلاق کے پیکر، متواضع، منکسر المزاج، حلیم الطبع، شریف النفس، کم گو، بسیار جو، خندہ رو، شگفتہ مزاج، بڑوں کے قدرداں اور چھوٹوں پر غایت درجہ شفیق و مہربان

ہیں۔خیر خواہی اور قومی و ملی ہمدردی آپ کی تہہ دار فکر و شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ہے۔اللہ تعالیٰ اس قیمتی ہیرے کو سلامت رکھے اور اس کی چمک دمک باقی رکھے۔آمین !

تحقیق نہایت دشوار کام ہے اور خاص طور سے وہ تحقیق جو کسی موضوع پر پی ایچ ڈی کی غرض سے کی جائے، حد درجہ دقت طلب اور صبر آزما عمل ہے۔تحقیق کے لیے غایت درجہ محنت، عرق ریزی، فکرِ صائب، ذہنِ ثاقب، تنقیدی صلاحیت، مختلف علوم اور بالخصوص ادبی و لسانی علوم میں حذاقت و مہارت ضروری ہے۔ہر کس و ناکس کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہرا یرا غیرا اس میدان میں قدم رکھنے کا اہل ہوتا ہے۔تحقیق کے لیے عزمِ مصمم، مضبوط قوتِ ارادی، پر جوش جذبہ و ولولہ کی ضرورت ہوتی ہے۔جو شخص تیشۂ فرہاد لے کر کوہ کنی کا آہنی عزم رکھتا ہو، وہی اس میدان کو سر کر سکتا ہے۔موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحتِ متن کی تحقیق و تدوین ۔

(۲) مصنف یا شاعر کی سوانح اور حالاتِ زندگی کی تحقیق۔

(۳) لسانی حقیقتوں کی تلاش، جس میں قدیم زبان، محاورات، عروض اور رسم الخط وغیرہ شامل ہے۔

(٤) معلوم شدہ حقائق یا اصولوں کی تجدید کرنا اور انہیں نئے انداز سے پیش کرنا۔تجزیاتی تحقیق، اطلاقی تحقیق، لسانی تحقیق، ادبی تحقیق، شعری تحقیق، تنقیدی تحقیق، متنی تحقیق، سوانحی تحقیق، تقابلی تحقیق، نفسیاتی تحقیق، تہذیبی تحقیق اور تاریخی تحقیق وغیرہ تحقیق کی مختلف قسمیں ہیں۔

کسی بھی علمی و ادبی موضوع پر تحقیقی مقالے دو طریقے سے لکھے جاتے ہیں۔ایک ذاتی اور انفرادی سطح پر، اس میں ریسرچ اسکالر کا کوئی نگراں نہیں ہوتا اور نہ حکومت سے منظور شدہ کسی یونیورسٹی میں اسے پیش کیا جاتا ہے۔تحقیقی مقالہ کی دوسری قسم پی ایچ ڈی [ڈاکٹر آف فلاسفی] کی ہوا کرتی ہے جسے ڈاکٹریٹ بھی کہتے ہیں۔حکومتی سطح پر کسی بھی شعبے یا مضمون میں حاصل کی جانے والی یہ سب سے اعلیٰ ڈگری ہوتی ہے۔مقامِ شکر و طمانیت ہے کہ ادب کے دیگر شعبوں کی طرح اب حمدیہ شاعری، نعت گوئی اور منقبت نگاری پر بھی پی ایچ ڈی کے مقالات تحریر کیے جارہے ہیں اور ادبی شخصیات کی طرح مذہبی شخصیات کے ادبی کارناموں پر بھی محققین توجہ دے رہے ہیں۔اس سلسلے میں ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری، ڈاکٹر حسن رضا پٹنہ، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری، شاہ محمد تبریز، جوہر قدوسی، ڈاکٹر نگار سلطانہ، ڈاکٹر شکیلہ خاتون، افضال احمد انور اور ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی وغیرہم کے اسما قابلِ ذکر ہیں ۔زیرِ نظر کتاب "مفتیِ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ" ڈاکٹر مشاہد رضوی کی پی ایچ ڈی کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد (مہاراشٹر) سے محترمہ ڈاکٹر شرف النساء صاحبہ (صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمن، اورنگ آباد) کی نگرانی میں لکھا ہے اور انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی ہے۔

۴۸۴ ر صفحات پر پھیلا ہوا یہ تحقیقی مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔بابِ اول میں نعت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہو، وہ نعت ہے، چاہے وہ نظمی ہو یا نثری۔فاضل محقق نے بابِ دوم میں صنفِ نعت گوئی سے متعلق محققینِ ادب کے اقوال وارشادات پیش کیے ہیں اور اس ضمن میں نعت گوئی کے حزم و احتیاط، موضوع و من گھڑت روایات، اصنافِ سخن، نعت کی ہیئت، ضمائر کا استعمال، آدابِ نعت اور لوازماتِ نعت پر بڑے اہم اور گراں قدر علمی و تحقیقی مباحث سپردِ قلم کیے ہیں۔بابِ سوم میں نعت گوئی کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے۔بابِ چہارم کا عنوان ہے۔"ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری ۱۲ ۱۴ء سے حضرت مفتیِ اعظم ہند بریلوی تک"۔اس عنوان کے تحت ہندوستان میں اردو کے ارتقائی عمل کو

بیان کرتے ہوئے اس امر کی تحقیق پیش کی گئی ہے کہ اردو زبان کے آغاز کے ساتھ ہی نعت گوئی کا مبارک آغاز ہوگیا تھا۔ ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اس باب میں اردو کے ارتقائی سفر کی طرح اردو نعت کے لسانی وارتقائی مراحل، زبان کی تہذیب وشائستگی اور پختگی کو سمجھنے کے لیے اردو نعت گوئی کو تین ادوار میں منقسم کیا گیا ہے۔

پہلا دور: (۸۱۵ھ/ ۱۴۱۲ء سے ۱۱۵۴ھ/ ۱۷۵۰ء تک)

دوسرا دور: (۱۱۵۴ھ/ ۱۷۵۰ء/ سے ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء تک)

تیسرا دور: (۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء سے حضور مفتی اعظم ہند بریلوی تک)

باب پنجم میں حضور مفتی اعظم ہند کی حیات وخدمات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کی علمی، تدریسی، ادبی اور سیاسی خدمات کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ باب ششم، کلام حضور مفتیٔ اعظم ہند کے تفصیلی جائزے پر مشتمل ہے۔ اس باب میں آپ کے نعتیہ کلام کے مختلف شعری وفنی محاسن کو علم و درایت کی روشنی میں اجاگر کرنے کی سعیِ مشکور کی گئی ہے اور اس سلسلے میں آپ کے دور میں نعت گوئی کے معیار وروش، آپ کی نعت گوئی کے آغاز وارتقا، ذہنی وتخلیقی رویے، تصورِ عشق وفن، عقیدۂ توحید، خصائصِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترکیب سازی، شاعرانہ پیکر تراشی، لسانی وعروضی چاشنی، اردو محاورات کا برمحل اور مناسب استعمال، مشکل زمینوں میں آپ کی طبع آزمائی، خیال آفرینی، پیرایۂ زبان وبیان، صنائع وبدائع، رنگِ تغزل، عربی و فارسی اور اردو کے ساتھ ہندی اور پوربی زبانوں کی آمیزش، نیز قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر جیسے علوم وفنون کی رنگارنگی کلام مفتیِ اعظم ہند سے اجاگر کر کے فاضل محقق نے اپنے مقالے کی تحقیقی معنویت میں اضافہ کیا ہے۔ یہ باب خالص علمی وادبی وتحقیقی نوعیت کا ہے۔ اس کی سطر سطر سے مقالہ نگار کی تحقیقی عظمت، تنقیدی بصیرت اور ادبی ولسانی مہارت مترشح ہوتی ہے۔ بابِ ہفتم میں حضرت مفتیِ اعظم ہند کے شعری وادبی محاسن اور آپ کے نعتیہ رجحانات وخیالات پر اہلِ علم وقلم کے وقیع تاثرات وآرا نقل کیے گئے ہیں۔ جب کہ بابِ ہشتم میں خلاصۂ کلام کے طور پر ماقبل ابواب کی روشنی میں حضور مفتی اعظم ہند کے اسلوبِ نگارش، طرزِ سخن اور آپ کے افکارِ عالیہ کی عالم گیر شہرت ومقبولیت کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی نعتوں میں تصوف ومعرفت کی جو روح پوشیدہ ہے، وہ ہماری قومی وملی، تہذیبی وتمدنی اور علمی وادبی ورثہ ہیں۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سیدی سرکار مفتیِ اعظم ہند کی حیات و خدمات، محاسن وکمالات اور آپ کے گراں قدر فکر وفن پر ایسی جامع، پُرمغز اور تحقیقی کتاب غالباً پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے اور آپ کی بلند پایہ فکر وشخصیت کے حسین خد وخال کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے، وہ دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند جس طرح فقہ وافتا اور تقویٰ وفتویٰ میں یگانۂ روزگار تھے، اسی طرح ان کی نعتیہ شاعری بھی لاجواب وبے مثال تھی، ڈاکٹر مشاہد رضوی نے آپ کی بلند پایہ شاعری کے معنوی ابعاد کو خالص علمی وتحقیقی نقطۂ نظر سے پرکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ٹھہرے ہیں۔ زیرِ مطالعہ کتاب ''مفتیِ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی جائزہ'' تحقیق کے اصول وشرائط پر کھری اترتی ہے اور فاضل مصنف کے تحقیقی شعور، اخاذ طبیعت، وفورِ علم، ادبی مہارت اور تنقیدی آگہی کو اجاگر کرتی ہے۔ پوری کتاب تحقیق و استدلال، علم ودرایت اور دلائل وشواہد سے مزین ہے۔ دعویٰ کے ساتھ پُرزور دلائل اور قائم کردہ موقف کی پشت پر مضبوط دلیل بھی رکھی گئی ہے، جس سے کتاب کی استنادی حیثیت دو چند ہوگئی ہے اور اہلِ علم وادب کے درمیان اس کی اہمیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ پوری کتاب کی تفصیل اور تعارف وتجزیہ پیش کرنے کے لیے مختصر مضمون کی نہیں بلکہ مبسوط تحقیقی مقالہ کی ضرورت ہے۔ محترمہ شرف النساء صاحبہ (جو اس تحقیقی مقالہ کی نگراں رہی ہیں) کا مبنی بر حقیقت تبصرہ ملاحظہ کریں :

’’آٹھ ابواب پر مشتمل یہ مقالہ تقسیم و تنظیم، تہذیب و تسوید، تحقیق و تعلیم اور ندرتِ فکر و اساس سے مزین اپنے محقق (ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی) کے پختہ شعور، عمیق مطالعہ اور بالیدہ ذہن کا بین ثبوت پیش کرتا ہے۔ دراصل جس کے شب و روز محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد اور فکر و نظر، صحیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ورق گردانی میں مصروف ہوں اور جس نے اپنے بزرگوں کی بزمِ طریقت اور روحانی ماحول سے علمی شمع روشن کی ہو تو وہاں وہاں جذبۂ شوق، جنونِ عشق اور عشق کا دیوانگی کی کیفیت میں تبدیل ہو جانا کوئی تعجب خیز نہیں۔ عزیزی محمد حسین مشاہد رضوی کی کوششِ پیہم، جد و جہد، کام کی رفتار اور جوش و جذبہ کی تمازت و حرارت کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے اور اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

یہ مقالہ صالح اندازِ تحقیق، حقیقی اساس اور فکری بصیرت کا وہ عطیہ ہے جس میں مصنف نے محض مطبوعہ کتابوں کے حوالوں کے مآخذ تک اپنی بات کو محدود نہیں رکھا، بلکہ انگنت معتبر حوالوں سے استفادہ کرنے کے بعد ان نکات کو تلاش کیا ہے، جن کی بدولت حضرت نوری بریلوی (مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ) کی نعتیہ شاعری اپنے معاصرین سے منفرد لب و لہجہ اور اسلوب کی ندرت کے ساتھ فضائے بسیط میں خوشبو بکھیرتے ہوئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذہان کو معطر کر رہی ہے۔‘‘

(مفتیِ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۱۰/۱۱)

فاضل مقالہ نگار نے نعتیہ ہیئت و ساخت پر بڑی نفیس اور مدلل تحقیق پیش کی ہے اور مختلف اصنافِ سخن میں نعت کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

’’گذشتہ خیالات و نظریات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس طرح حمد، غزل، قصیدہ، مرثیہ، رباعی، مستزاد، مثنوی وغیرہ میں اصنافِ سخن کی ہیئت و ساخت کی واضح شکل نظر آتی ہے۔ نعت کی کوئی خاص ہیئت و ساخت کا تعین اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ بہر حال اسے غزل، مثنوی، قصیدہ، رباعی، قطعہ، مرثیہ، مستزاد، مسدس، مخمس، دوہا، ماہیا، سانیٹ، ترائیلے، ہائیکو، ثلاثی وغیرہ میں لکھا جا سکتا ہے۔‘‘

(مفتیِ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۸۳)

خلاصۂ کلام یہ کہ تقریباً پانچ سو صفحات کو محیط اس تحقیقی مقالے میں جس قدر مرکزی و ذیلی عناوین قائم کیے گئے ہیں، موضوع سے متعلق ہر ایک عنوان اور گوشوں پر معلومات اور بیش قیمت علمی افادات کے انبار لگا دئے گئے ہیں۔ کلامِ نوری میں پیکر تراشی و معنیٰ آفرینی کی بحث ہو یا لسانی و عروضی چاشنی کا مسئلہ، صنائع و بدائع کی تکنیکی بحث ہو یا فصاحت و بلاغت کا معاملہ، ہر ایک پر محققانہ انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف کے علمی و ادبی اور تحقیقی افادات قابلِ قدر اور لائقِ مطالعہ ہیں۔ شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کتاب کا ایک بار ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ڈاکٹر مشاہد رضوی کے فکر و فن میں مزید توانائی و پختگی عطا فرمائے اور ان کے عمر و اقبال میں برکت عطا فرمائے آمین۔

❁❁❁❁

مطالعات

”خیابانِ اشرف“ ایک مطالعہ

احمد رضا صابری (مدیر الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ)

نعت گوئی، کائنات سخن کی ایک ایسی صنف جس میں اب تک دنیا کی تمام زبانوں میں سب سے زیادہ بات کہی گئی ہے، ایک ایسا موضوع جس کو دنیائے سخن میں اب تک سب سے زیادہ برتا گیا ہے، ایک ایسا فن جس میں مافی الضمیر ادا کرنا نہ صرف یہ کی گفتگو کی معراج ہے بلکہ سعادت دنیوی کے ساتھ اخروی فلاح ونجات کا باعث بھی ہے اور یہی وجہ بھی ہے اس صنف کے قبولیت عامہ کی۔ دنیا کے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی دنیاوی جاہ وحشمت اور شہرت وبلندی کا باعث تو ہوسکتی ہے لیکن یہ واحد صنف ہے جس میں طبع آزمائی سخنوران فن کے لیے نہ صرف یہ کہ دنیاوی شہرت ومقبولیت کا باعث ہے بلکہ سنت الٰہی وسنت اصحاب وسلف سالحین ہونے کے سبب اخروی سعادت وفخر ومباہات کا باعث بھی ہے۔

عالم انسانیت کی بیشتر زبانوں کے ادب میں شاعری کا وجود پہلے پایا جاتا ہے جبکہ نثر کا وجود بعد میں۔ شاعری کی حد درجہ مقبول اصناف میں غزل اور نظم شامل ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی زبانوں عربی، فارسی اور اُردو میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ پھر جیسے جیسے زبانیں ترقی پذیر ہوئیں دوسرے اصناف سخن بھی وجود میں آتے رہے لیکن قدیم اصناف کی مقبولیت بھی برقرار رہی۔

تعریف وتحسین اور فضل واعجاز کی جو منظوم عبارت جناب رسالت مآب صاحب لولاک حضرت محمد مصطفےٰ للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یگانہ سے منسوب ہوا سے نعت کہتے ہیں۔ نعت دنیا کی قدیم ترین اصناف سخن میں سے ایک ہے، جس کو دنیا بھر کے تقریباً تمام شعرائے اسلام نے اپنے عشق کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس صنف کی قدامت کی تاریخ جہاں سے بھی شروع ہو لیکن یہ واضح ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے ازلی کلام فرقان حمید قرآن مجید میں ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ سے اس صنف سخن کے آغاز کا اشاریہ ضرور پیش کردیا تھا۔

خالق کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی تعریف کرنے والی ذات ہے۔ اللہ سبحانہ نے کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام جوڑ کر یہ واضح کردیا کہ خدا کی ذات کے بعد عظیم قدرت کی مظہر ذاتِ اقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ نے اپنے کلام قرآن مجید میں جابجا اپنے محبوب کی تعریف کی ہے۔

نعت کی بلیغ اور جامع تعریف کرتے ہوئے ممتاز حسین لکھتے ہیں کہ:

> ”میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا جائے۔ صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن کی بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے، جس میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو۔ وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلا واسطہ اور شعر ونظم ہو یا غزل، قصیدہ ہو یا مثنوی، رباعی ہو یا مثلث، مخمس ہو یا مسدس اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں

پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دار و مدار اس کے نفس مضمون پر ہے۔ اگر اس کا مقصد ذاتِ رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دو جہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کے لئے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے''۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ نعت ایک ایسی نظم ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے تمام اوصاف و کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اُس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے عقیدت کا جذباتی اظہار ہوتا ہے۔

بظاہر بہت آسان نظر آنے والی یہ صنف تمام تر نزاکت اور خطرات سے بھرپور ہے۔ امام سخن حسان الہند امام احمد رضاؔ بریلوی اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت لکھنا بہت مشکل کام ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ حمد آسان ہے اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے لیکن نعت شریف میں سخت حد بندی ہے۔''

نعت گوئی کا آغاز گو سب سے پہلے عربی زبان میں ہوا لیکن فارسی اور اردو زبانوں کو یہ سب سے زیادہ راس آئی ہے۔ اردو اور فارسی زبان وادب کا بہت بڑا سرمایہ نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں موجود ہے اور تقریباً بیشتر اردو و فارسی سخنوران فن نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

اس وقت میرے ممدوح مولانا محمد اشرف رضا قادری اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں۔ زیر نظر کتاب ''خیابان اشرف'' مولانا کے فکری کاوشات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فن کا جاننا اور ہے فن برتنے کا سلیقہ اور۔ مولانا موصوف کی شاعری فن دانی کا مظہر تو ہے ہی آپ دوران مطالعہ فن برتنے کا سلیقہ بھی خوب سے خوب تر پائیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ افتادِ طبع ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کہہ رہے ہیں شاعری ہوجارہی ہے۔ برجستگی اور برملا اظہار مدعا کا مخصوص انداز کئی بار چونکا دیتا ہے۔ چنانچہ کچھ اشعار دیکھیں ؎

ہم تو جرموں کے سبب تھے لائقِ دوزخ مگر
حشر میں ان کا کرم جنت میں شاداں لے چلا
زائروں کو دیکھتا پھر رہ گیا اشرفؔ غریب
جانبِ طیبہ انھیں جب فضل رحماں لے چلا

خرامِ ناز فرماتے وہ میرے دیدۂ و دل پر
کبھی اے کاش یوں فیضِ درودِ پاک ہو جاتا
بنا رہتا بھکاری تو اگر ان کے سخی در کا
تو اشرفؔ حرصِ دنیا سے ترا دل پاک ہو جاتا

زندگی عزت کی جی بن جا غلام مصطفی
بے غلامی شہ دیں زندگی اچھی نہیں
ڈال دیں گے اِک نظر ہو جائے گا روشن ضمیر
ان سے نسبت جوڑ لے تیرہ دلی اچھی نہیں

مولانا اشرف رضا قادری کی شاعری میں جابجا فراق کا غم اور طلب آرزو کا غلبہ ملتا ہے جو کہ عشقیہ شاعری کی پہلی خوراک ہے۔ جب شاعر عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ کا جامہ پہنانا چاہتا ہے تب اس کی زبان پر فراق کا شکوہ اور مدعا کی طلب کا آنا اولین فطری عمل ہوتا ہے۔ کچھ اشعار دیکھیں ؎

وسائل تو نہیں پھر بھی تمنا ہے مدینے کی
غریبوں پر کرم اے صاحبِ لولاک ہو جاتا
پلٹ کر پھر نہیں آتا کبھی فرقت کی خشکی میں
میں بحرِ عشقِ جاناں کا اگر تیراک ہو جاتا

خواب میں ان کے قدم آتے اگر میرے گھر
سر پہ لیتا کبھی تلوا، کبھی چوما کرتا

کاش سینہ مرا بن جاتا مدینہ ان کا
چشم دل سے انھیں ہر آن میں دیکھا کرتا
حسن محبوب اگر ہوتا کبھی پیش نظر
کیا بتاؤں تجھے زاہد کہ میں کیا کیا کرتا

مولانا کی شاعری میں زبان وبیان کی سلاست، روانگی، درستگی اور ذخیرۂ الفاظ کی دھمک جابجا دکھائی اور سنائی دیتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ جن سخنوران فن کی آغوش تربیت میں مولانا نے پرورش پائی ہے وہاں طبیعت خود بخود ایسی سیقل ہوجاتی ہے کہ الفاظ زبان پر کھیلنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کئی بار اپنی زبان دانی کے ہنر کا قاری کو احساس دلائے بغیر نہیں رہ پاتے، لکھتے ہیں ؎

مدحت کے مضامین کی آمد پہ ہے آمد
قرطاس پہ کس شان سے چلتا ہے قلم آج

نعت لکھنے سے ہوا کیسا منور کاغذ
تم نے دیکھا ہے کہیں ایسا حسیں تر کاغذ

نعت سرکار کی لکھتا ہے لکھے گا پیہم
دستِ اشرفؔ میں رہے خامۂ مدحت محفوظ

ہے نام جو بھی جہانِ سخن میں اشرفؔ کا
یہ سب ہے نسبتِ مرشد حضور کی رونق

مولانا کی شاعری کے فنی محاسن ونقائص پر پھر کبھی بات ہوگی لیکن جس امر نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ کہ عموماً نعت گو شعراء کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ طرز رضا، رنگ رضا اور فکر رضا کی پیروی کر کے اپنے فن کو اعجاز بخشتے ہیں۔ لیکن مولانا نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شخصیت کے رنگ کی پیروی کی اور ان کی زمین کا انتخاب کیا جنہیں دنیائے سخن شہنشاہ سخن استاذ زمن علامہ حسنؔ رضا بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔ علامہ حسنؔ بریلوی یقیناً ایک ایسے سخنور ہیں جن کا ایک ایک شعر عشق کی چاشنی میں ڈبویا ہوا اور ادبیت کا شاہکار ہے۔ محتاطین کے سردار کہے جانے والے علامہ موصوف نے سرزمین نعت پر ایسے ایسے گل بوٹے اگائے ہیں کہ ایک ایک شعر آج بھی زبان زد عام وخاص ہے۔ اپنے فن میں بالادستی کے باوجود قدرے مظلوم بھی رہے ہیں کہ ان کے فن پر بہت کچھ لکھا نہیں گیا۔ ممکن ہے ہم عصر ہونے کی وجہ کر فاضل بریلوی جیسے عظیم سخنور کی شاعری کی گونج میں ان کے فنی شاہکار اس قدر توجہ نہ پا سکے ہوں لیکن مولانا اشرف رضا قادری کے حسن انتخاب نے احساس دلایا کہ استاذ زمن کے اشعار کا کینوس اس قدر وسیع ہے کہ محض ان کی زمین پر بھی مجموعہ کلام مرتب کیا جاسکتا ہے، طویل ترین مقالے لکھے جاسکتے ہیں، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لی جاسکتی ہیں۔

مولانا اشرف رضا قادری کے منظومات اور منثورات کے کئی مجموعے راقم الحروف نے اپنے مکتبہ سے شائع کیے ہیں، لیکن اس مجموعہ کے مطالعہ کے دوران محسوس ہوا کہ حیرت انگیز طور پر مولانا نے اپنے فن میں فکری جست لگائی ہے۔ اس مجموعۂ کلام میں ان کی شاعری پختگی کی طرف قدم بڑھاتی نظر آتی ہے۔ صنف سخن کی نزاکت کو سمجھنے کا عمل روز بروز تیز افزوں ہے۔ کمال احتیاط سے جذبات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا ہنر اُن کو اُن کے مرشد گرامی حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ورثے میں تو ملا ہی ہے ساتھ ہی فن کی نزاکت اور قوانین کی پابندی کو برتنے کی حتی الوسع جدوجہد اس کتاب میں نظر آئے گی۔ وہ کتنا کامیاب ہوئے اس کا فیصلہ قارئین بخوبی کریں گے۔

رب کریم سے دُعا ہے کہ ان کا یہ مجموعہ ممدوح رب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور ان کے فن کو امام سخن حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی کی سخن گوئی کا صدقہ ملے۔ آمین آمین بجاہ حبیبہ الکریم

دعا گو!
احمد رضا صابری
مدیر الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ

□□□

منظومات

طلعت رسول اللہ کی

حسان الہند امام احمد رضاؔ قادری

عرش حق ہے مسندِ رفعت رسولُ اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسولُ اللہ
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسولُ اللہ کے
کافروں پر تیغ والا سے گری برقِ غضب
ابر آسا چھاگئی ہیبت رسولُ اللہ کی
لَا وَ رَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسولُ اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسولُ اللہ کی
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسولُ اللہ کی
تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسولُ اللہ کی
نجدی اُس نے تجھ کو مہلت دی کہ اِس عالَم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسولُ اللہ کی
ہم بھکاری وہ کریم، اُن کا خدا اُن سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسولُ اللہ کی
اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسولُ اللہ کی
خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسولُ اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہ گاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسولُ اللہ کی
یارب اک ساعت میں دُھل جائیں سیہ کاروں کے جرم
جوش میں آجائے اب رحمت رسولُ اللہ کی
ہے گلِ باغِ قدس رخسار زیبائے حضور
سروِ گلزارِ قدم قامت رسولُ اللہ کی
اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسولُ اللہ کی

□□□

بزمِ اِمکاں

استاذ زمن علامہ حسنؔ بریلوی

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں
تمہیں دولھا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ اِمکاں میں
یہ رنگینی یہ شادابی کہاں گلزارِ رِضواں میں
ہزاروں جنتیں آ کر بسی ہیں کوئے جاناں میں
خزاں کا کس طرح ہو دخل جنت کے گلستاں میں
بہاریں بس چکی ہیں جلوۂ رنگینِ جاناں میں
تم آئے روشنی پھیلی ہوا دن کھل گئی آنکھیں
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا تھا بزمِ اِمکاں میں
تھکا ماندا وہ ہے جو پاؤں اپنے توڑ کر بیٹھا
وہی پہنچا ہوا ٹھہرا جو پہنچا کوئے جاناں میں
تمہارا کلمہ پڑھتا اُٹھے تم پر صدقے ہونے کو
جو پائے پاک سے ٹھوکر لگا دو جسم بے جاں میں
عجب اَنداز سے محبوبِ حق نے جلوہ فرمایا
سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایماں میں
فدائے خار ہائے دشتِ طیبہ پھول جنت کے
یہ وہ کانٹے ہیں جن کو خود جگہ دیں گل رگِ جاں میں
ہر اِک کی آرزو ہے پہلے مجھ کو ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عید قرباں میں
ظہورِ پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزمِ خوباں میں
کلیم آسا نہ کیونکر غش ہوں ان کے دیکھنے والے
نظر آتے ہیں جلوے طور کے رُخسارِ تاباں میں
ہوا بدلی گھرے بادل کھلے گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ جاں فزا آئی گلستاں میں
کسی کو زندگی اپنی نہ ہوتی اس قدر میٹھی
مگر دھووَن تمہارے پاؤں کا ہے شیرۂ جاں میں

□□□

کاغذ قلم

مولانا توفیق احسنؔ برکاتی صاحب

علم کا فیضان ہے کاغذ، قلم
منفرد سامان ہے کاغذ، قلم

کر رہا ہے میرے رب کا تذکرہ
اس لیے ذیشان ہے کاغذ، قلم

فکر وفن کی انجمن میں ہر گھڑی
جیسے اک مہمان ہے کاغذ، قلم

بانٹتا ہے معرفت کا جامِ جم
صاحبِ عرفان ہے کاغذ، قلم

خوشبوؤں کے شہر میں جلوہ فگن
عشق کا گل دان ہے کاغذ، قلم

دشمنوں کے ہاتھ میں آ جائے تو
ایک آتش دان ہے کاغذ، قلم

محترم ہوتی ہے لفظوں کی قطار
نظم کا عنوان ہے کاغذ، قلم

علم کی تازہ ہوا جس سے ملے
ایک روشن دان ہے کاغذ، قلم

شاعری ہو یا ہو نثری کاوشیں
ہر سخن کی جان ہے کاغذ، قلم

انجمن در انجمن حسنِ بیاں
علم کی پہچان ہے کاغذ، قلم

دستِ احسنؔ کا ہے اک سچا رفیق
برکتوں کی کان ہے کاغذ، قلم

□□□

سامانِ بخشش

محمد اشرف رضا قادری (چھتیس گڑھ)

کمالِ صنفِ تحمید و ثنا سامانِ بخشش ہے
جمالِ نعتِ محبوبِ خدا سامانِ بخشش ہے

بڑا ہی منفرد اور پُرکشش اسلوب ہے اس کا
ضیائے خامۂ احمد رضا سامانِ بخشش ہے

مشامِ جاں معطر کیوں نہ ہو پھر اس کی خوشبو سے
گلِ نعتِ حبیبِ کبریا سامانِ بخشش ہے

وہ جس کی روشنی سے ہے جہانِ فکر وفن روشن
یقیناً وہ کتابِ پُر ضیا سامانِ بخشش ہے

فصیحانِ عجم کی آنکھ خیرہ کیوں نہیں ہوں گی
فصاحت کا دمکتا آئینہ سامانِ بخشش ہے

سلاست اور روانی میں اسے نہرِ رواں سمجھو
بلاغت کا گلِ رنگیں ادا سامانِ بخشش ہے

زبانِ مفتیِ اعظم کی کیف آور صداؤں سے
شہِ ابرار کی مدحت سرا سامانِ بخشش ہے

نبی کی نعت کے جلوؤں سے اس کا ہر ورق روشن
مہِ عشقِ محمد مصطفیٰ سامانِ بخشش ہے

اسے جو غور سے سن لے، وہ پھر مسحور ہو جائے
دلِ عاشق کی روحانی صدا سامانِ بخشش ہے

کوئی پوچھے اگر مجھ سے تو اشرفؔ صاف کہہ دوں گا
ادب کا اک چمکتا آئینہ سامانِ بخشش ہے

□□□

اعلیٰ حضرت

شفیقؔ رائے پوری

سراپائے عشقِ نبی اعلی حضرت
نہیں آپ جیسا کوئی اعلی حضرت

نبی کی طرف رہبری اعلی حضرت
تری راہ راہِ نبی اعلی حضرت

احادیث و قرآن کی روشنی سے
مزین تری شاعری اعلی حضرت

عطا کر دو جامِ فصاحت خدارا
ادھر بھی ہے تشنہ لبی اعلی حضرت

فتاوی جو پڑھ لےتو دشمن بھی بولے
ہیں احمد رضا واقعی اعلی حضرت

ہے مسلک ترا مذہبِ بو حنیفہ
تری پیروی پیروی اعلی حضرت

کبھی نجدیت میرے آگے نہ آئی
تری چھاپ ایسی پڑی اعلی حضرت

محدث، مفسر، مجدد، مدبر
مِرے پیر و مرشد ولی اعلی حضرت

تمہارے ہی مسلک پہ زندہ رہوں میں
اسی پر ملے موت بھی اعلی حضرت

مریدی مریدی کی تم رٹ لگانا
نبی جب کہیں امتی اعلی حضرت

شفیقؔ آئے جب جب تمہاری گلی میں
بُہارے تمہاری گلی اعلی حضرت

□□□

رشتہ بریلی سے

محمد شاہد رضا شاہجہاں پوری

ملی دنیا بریلی سے ملا عقبیٰ بریلی سے
پتہ پایا ہے ہم نے شہرِ آقا کا بریلی سے

وہ تحفہ دہر ہی کیا حشر میں بھی کام آئے گا
عقیدے کا جو ہم نے پایا ہے تحفہ بریلی سے

عقیدے کی سواری پر ذرا تم بیٹھ کر دیکھو
نہیں ہے دور شہرِ سید والا بریلی سے

بزرگوں نے بتایا ہے وہاں سے صاف دکھتا ہے
تو آؤ ہم بھی دیکھیں گنبدِ خضریٰ بریلی سے

نظر آتا نہیں رُتبہ شہِ دیں کا تو آنکھوں میں
لگانے کے لئے لے جایئے سُرمہ بریلی سے

بریلی سے بھلا رکھیں نہ کیوں رشتہ رضا والے
ہے سارے اولیا اللہ کا رشتہ بریلی سے

مسلسل بہہ رہے تھے عاشقوں کی آنکھ سے آنسو
جنازہ فخرِ ازہر کا جب اُٹّھا تھا بریلی سے

امامِ اہلِ سنت کل بھی پہرے دار تھے دیں کے
وہ اب بھی دے رہے ہیں دین پر پہرہ بریلی سے

زمانے بھر میں وہ تاج الشریعہ بن کے چمکا ہے
امام احمد رضا کا جو اٹھا بیٹا بریلی سے

ہمیشہ کاربند اُس پر رہوں گا رب نے چاہا تو
ملا ہے ٹی ٹی ایس کا جو مجھے تمغہ بریلی سے

رضا کو رہنما اپنا بنا لو گے تو اے شاہدؔ
درِ سرکار کا مل جائے گا رستہ بریلی سے

□□□

फ़ातिहा हो जाता है, वरना भूल ही जायें, हाँ अगर कोई यह अक़ीदा रखता है कि इन्हीं दिनों में सवाब पहुँचेगा बाक़ी दिनों में नही तो यह ज़रूर ग़लत है, इस बारे में आला हज़रत का इरशाद मुलाहज़ा होः

"अगर (कोई) यह समझता है कि सवाब तीसरे ही दिन पहुँचता है या इस दिन ज़्यादा पहुँचेगा और रोज़ कम तो यह अक़ीदा भी उसका ग़लत है, इसी तरह चनों की कोई ज़रूरत नहीं (यानी ज़रूरी नहीं) न चने बाँटने के सबब कोई बुराई पैदा हो।" (अल–हुज्जतुल फ़ाएहाः 14...फ़तावा रज़वियाः 4/193 व 10/142)

यानी फ़ातिहा के लिये चने लाज़िम नहीं, बग़ैर इसके भी फ़ातिहा हो सकता है और अगर किसी ने चनों का एहतिमाम कर लिया तो इसमें कुछ बुराई भी नहीं, किसी मुबाह या भलाई के काम को बिला वजह बुरा कहना खुद एक बुराई है।

फ़ातिहा में खाना सामने रखना ज़रूरी नहीं

कुछ लोग यह सोचते हैं कि फ़ातेहे का खाना या शीरीनी सामने होना ज़रूरी है, इसके बग़ैर फ़ातिहा न होगा, इसका हुक्म आला हज़रत के एक फ़तवे में मुलाहज़ा करेंः

"बात यह है कि फ़ातिहा, ईसाले सवाब का नाम है और मोमिन को नेक अमल का एक सवाब तो उसकी नियत करते ही हासिल और किये पर दस हो जाता है। रहा खाना देने का सवाब वह अगरचे उस वक़्त मौजूद नही तो क्या सवाब पहुँचाना शायद डाक या पार्सल में किसी चीज़ का भेजना समझा होगा कि जब तक वह शय मौजूद न हो क्या भेजी जाये, हालाँकि इसका तरीक़ा सिर्फ जनाबे बारी में दुआ करना है कि वह सवाब मय्यत को पहुँचाये। हाँ अगर किसी का यह ऐतेक़ाद है कि जब तक खाना सामने न किया जायेगा सवाब न पहुँचेगा तो यह गुमान उसका महज़ ग़लत है।" (फ़तावा रज़वियाः 4/194)

खाना सामने रखने से ऐतराज़ करने वालों का यह समझना भी ग़लत है कि इसको सामने रखना हमारे यहाँ ज़रूरी समझा जाता है, अलबत्ता अगर कोई जेहालत में ऐसा सोचे तो ज़रूर ग़लत है जैसा कि आला हज़रत अलैहिर्रहमा ने मज़कूरा फ़तवे में सराहत फ़रमाई है।

क़ब्रों को झुक कर सलाम करना कैसा?

बुज़ुर्गों की क़ब्रों को बोसा देने और उनको बवक़्ते हाज़िरी झुक कर सलाम करने से मुताल्लिक़ आला हज़रत फ़रमाते हैंः

"क़ब्र को बोसा मज़हबे राजेह में ममूनअ़ है और यूँही झुक कर सलाम करना भी (मना है), लेकिन इनमें कोई कुफ़्र व शिर्क नहीं, इनको कुफ़्र व शिर्क कहना वहाबिया का ग़ुलू (हद से बढ़ना) है।" (फ़तावा रज़वियाः 10/66)

मज़ार के तवाफ़ और बोसे का हुक्म

कुछ लोग मज़ाराते औलिया–ए–किराम का तवाफ़ करते हैं अगर यह ब–नियते इबादत है तो बहरहाल शिर्क है, लेकिन ब–नियते ताज़ीम भी मना है। आला हज़रत अलैहिर्रहमा का फ़तवा मुलाहज़ा करेंः

"मज़ार का तवाफ़ कि महज़ ब–नियते ताज़ीम किया जाये नाजाईज़ है कि ताज़ीम बित्तवाफ़ (तवाफ़ के ज़रिये ताज़ीम का इज़हार) मख़सूस ब–ख़ाना–ए–काबा है। मज़ार को बोसा न देना चाहिए, उलमा इसमें मुख़्तलिफ़ हैं और बेहतर बचना। और इसी में अदब ज़्यादा है। आस्ताना बोसी में हरज नहीं और आँखों से लगाना भी जाईज़ कि इससे शरीअ़त में मुमानअ़त न आई और जिस चीज़ को शरअ़ ने मना न फ़रमाया मना नहीं हो सकती।" (फ़तावा रज़वियाः 4/8, मतबूआ मुबारकपुर 4/213)

हनफ़ी, शाफ़ई, मालिकी, हम्बली, हक़ीक़ी भाई हैं

सवाल हुआ कि हनफ़ी मर्द के निकाह के गवाहों में एक शाफ़ई हो तो निकाह होगा या नहीं तो जवाब इरशाद फ़रमायाः

"हनफ़ी का निकाह हो जायेगा, अगरचे वकील व गवाह और क़ाज़ी व वली व ज़ौजा सबके सब शाफ़ई या मालिकी या हम्बली या मुख़्तलिफ़ हों यानी इनमें कोई शाफ़ई कोई मालिकी कोई हम्बली, यूँ ही इन तीनों मज़हब वालों का निकाह सही है, अगरचे बाक़ी लोग दूसरे तीन मज़हब के हों। चारों मज़हब वाले हक़ीक़ी ऐनी भाई हैं।" (फ़तावा अफ़्रीक़ाः 69, फ़ारूक़िया बुक डिपो, दिल्ली)

❑❑❑

जब यह तालीम इस्लाम के ख़िलाफ़ अक़ाइद अपनाने का सबब बने उस वक़्त ज़रूर मना है।

ग़ाज़ी मियाँ का बियाह

हिन्दुस्तान में बहुत से मक़ामात पर हज़रत सय्यदे सालार मसऊद ग़ाज़ी रहमतुल्लाह अलैहि के सालाना बियाह की रस्म मनाई जाती है। इसके बारे में आला हज़रत इरशाद फ़रमाते हैं:

> "ग़ाज़ी मियाँ का बियाह कोई चीज़ नहीं, महज़ जाहिलाना रस्म है, न उनके निशान (झण्डे) की कोई असल।" (फ़तावा रज़वियाः जि0 10, पे0 189)

बच्चों के सर पर चोटी

बाज़ लोग अपने बच्चों के सर पर किसी बुज़ुर्ग के नाम पर चोटी छोड़ते हैं, उसके ख़िलाफ़ आला हज़रत अलैहिर्रहमा फ़रमाते हैं:

> "लड़कों के सर पर चोटी रखनी नाजाईज़ और फ़अ्ले मज़कूर रूसूमे मलऊना–ए–कुफ़्फ़ार (काफ़िरों की मलऊन रस्मों) से त ाब्बुह (मु ााबहत) है, जिससे एहतिराज़ (बचना) लाज़िम।" (फ़तावा रज़वियाः जि0 10/45, मतबूआ बीसलपुर)

नौशह का सेहरा

नौ ाह को सेहरा बांधना नीज़ बाजे गाजे के साथ बारात का जुलूस निकालना कैसा है? इसके जवाब में आला हज़रत का फ़तवा मुलाहज़ा होः

> "ख़ाली फूलों का सेहरा जाईज़ है और यह बाजे जो ाादी में राइज व मामूल हैं सब नाजाईज़ व हराम हैं।" (अल–मल्फ़ूज़ः 1/38, रज़वी किताब घर का पेज 70)

ख़ाली फूलों की क़ैद से मालूम हुआ कि हिन्दुओं की तरह चिम्की और पन्निक का सेहरा सही नहीं, जैसा कि कुछ जाहिल लोगों को देखा जाता है, अलबत्ता जो मुतलक़ सेहरे को कुफ़्र व ि ार्क कहते हैं वह ारीअ़ते मुतहहरा में अपने नफ़्स को दखल देते हैं और बिला वजह मुसलमानों को मुशरिक बताते हैं:

दफ़ बजाना, सेहरे पढ़ना

"हाँ! ारअे मुतह्हर ने ाादी में बगर्ज़े ऐलाने निकाह सिर्फ दफ़ की इजाज़त दी है, जबकि मक़सूदे ारअ से तजावुज़ करके लहवे मकरूह (ना पसन्दीदा खेल) व तहसीले लज़्ज़ते ौतानी की हुदूद तक न पहुँचे। लिहाज़ा उलमा शर्त लगाते हैं कि क़वाइदे मौसिक़ी पर न बजाया जाए (यानी साज़ के तरीक़े पर न हो)। ताल, सम की रिआयत न हो, न उसमें झांज हों कि वह ख़्वाही न ख़्वाही मुतरिब (राग पैदा करने वाले) व नाजाईज़ हैं। फिर इसका बजाना भी मर्दों को हर तरह मकरूह है, न शर्फ़ वाली बीवियों (यानी इज़्ज़तदार औरतों) के मुनासिब बल्कि नाबालिग़ा छोटी छोटी बच्चियाँ या बांदियाँ उसको बजायें। और अगर इसके साथ कुछ सीधे सादे अशआ़र या सेहरे सुहाग हों, जिनमें अस्लन ना फ़हश (बेहूदा) हो न कोई बे–हयाई का ज़िक्र, न फ़िस्क़ व फ़ुजूर की बातें। न मजमए ज़नाँ (औरतों के मजमा) या फ़ासिक़ान में इश्क़ियात के चर्चे। न ना–महरम मर्दों को नग़मा–ए–औरात (औरतों के गाने) की आवाज़ पहुँचे। ग़र्ज़ हर तरह मुन्कराते शरईया व मज़ान्ने फ़ितना (फ़ितने की जगहों) से पाक हों तो इसमें भी मुज़ाइक़ा नहीं।" (फ़तावा रज़वियाः जि0 10, पे0 77, 78)

महफ़िले मीलाद और शीरीनी

अगर कोई यह समझता है कि बग़ैर "शीरीनी (मिठाई) के महफ़िले मीलादे पाक नहीं हो सकती" यह ग़लत है, आला हज़रत अलैहिर्रहमा इस बारे में इरशाद फ़रमाते हैं:

> "यह समझना महफ़िल ग़लत है कि बग़ैर शीरीनी के सवाब न होगा, क्या हुज़ूर सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम की विलादते शरीफ़ा का ज़िक्रे अक़्दस वैसे ही मोजिबे सवाब नहीं। हाँ शीरीनी में सवाब ज़्यादा है कि ज़िक्र शरीफ़ के साथ सदक़ा–ए–फ़ुक़रा व हदिया–ए–अहिब्बा (दोस्तों का तोहफ़ा) भी शामिल हो गया, क़ुरबते बदनी (बदनी इबादत) के साथ क़ुरबते माली (माली इबादत) भी हो गई।" (फ़तावा रज़वियाः जि0 10, पे0 189)

फ़ातिहा में सवाब हर दिन बराबर होता है

फ़ातिहा व ईसाले सवाब के लिये तीसरा दिन या चालीसवाँ दिन होना ज़रूरी नहीं यह तख़्सीसात उरफ़ी हैं, लोगों ने अपनी आसानी के लिये इन्हें मुक़र्रर कर रखा है कि इस तरह इन दिनों में

"यह महज़ बे–असल है।" (इरफ़ाने शरीअ़तः 2/37)

"आख़िरी चहार शम्बा की कोई असल नहीं, न उस दिन सेहत याबी–ए–हुज़ूरे अक़्दस सल्लल्लाहु तआ़ला अलैहि वसल्लम का कोई सुबूत, बल्कि मरज़े अक़्दस जिसमें वफ़ाते मुबारक हुई उसकी इब्तिदा इसी दिन से बताई जाती है।" (अहकामे शरीअ़तः 2/42)

ज़रूरियाते दीन के मुन्किर का हुक्म

"फ़िल वाकेअ़ जो बिदअ़ती (बद–मज़हब) ज़रूरियाते दीन में से किसी शय (चीज़) का मुन्किर हो, ब–इज्माए मुस्लिमीन क़तअ़न काफ़िर है, अगरचे करोड़ बार कलमा पढ़े, पेशानी उसकी सज्दे में एक वरक़ हो जाये, बदन उसका रोज़ों में एक ख़ाका रह जाये, उम्र में हज़ार हज करे, लाख पहाड़ सोने के राहे खुदा में दे। ला वल्लाह, हरगिज़ हरगिज़ कुछ कुबूल नहीं, जब तक हुज़ूर सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम की इन तमाम ज़रूरी बातों में जो वह अपने रब के पास से लाये तस्दीक़ न करे।" (ऐलामुल आलाम, मतबूआ़ बरेली 1345 हि0, पे0 15)

वलियों की क़ब्र पर चादर का हुक्म

बुजुर्गाने दीन की क़ब्रों पर चादरें डालने से मुताल्लिक़ सवाल पर तहरीर फ़रमाया कि अवाम की निगाहों में मज़ाराते औलिया की अज़्मत पैदा करना मक़सूद हो तो जाईज़ है, इससे मुमानअ़त न चाहिए, फिर फ़रमायाः

"चादरों के सब्ज़ व सुर्ख होने में भी कोई हरज नहीं, बल्कि रेशमी होना भी रवा कि वह पहनना नहीं, अलबत्ता बाजे नाजाईज़ हैं और जब चादर मौजूद हो और वह हुनूज़ (अभी तक) पुरानी या ख़राब न हुई कि बदलने की हाजत हो तो बेकार चादर चढ़ाना फ़ुज़ूल है, बल्कि जो दाम इसमे सर्फ़ करें वली अल्लाह की रूह मुबारक को ईसाले सवाब के लिये मोहताज को दें।

हाँ जहाँ मामूल हो कि चढ़ाई हुई चादर जब हाजत से ज़ाइद हो खुद्दाम, मसाकीन हाजतमन्द ले लेते हैं और इस नियत से डाले तो मुज़ाइक़ा नहीं कि यह भी तसद्दुक़ (सदक़ा)हो गया।" (अहकामे शरीअ़तः 1/72, कानपुर)

लिहाज़ा जहाँ ऐसा नहीं और न इस नियत से यह ज़ाइद चादरें डाली जायें तो यक़ीनन फ़ुज़ूल हुईं इनसे बचना ज़रूरी और इस दाम को साहिबे मज़ार के ईसाले सवाब के लिये सदक़ा करना बेहतर। ख़ास तौर से इस ज़माने में जबकि चादरें ऐसी चढ़ाई जाती हैं कि दूसरों के काम ही न आ सकें।

अंग्रेज़ी पढ़ना

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा का नज़रिया–ए–तालीम यह था कि दीनी अक़ाइद की ज़रूरी मालूमात के बाद कोई भी ज़बान पढ़ी जा सकती है, दीनी मक़ासिद के लिये हो तो बेहतर है और दुनियावी मुनाफ़ा की ग़र्ज़ से हो तो मुबाह़, चुनाँचे आपसे सवाल हुआ। अंग्रेज़ी पढ़ना जाईज़ है या नहीं। जवाबन इरशाद फ़रमायाः

"ज़ी इल्म मुसलमान अगर ब–नियते रद्दे नसारा अंग्रेज़ी पढ़े अज्र पाएगा और दुनिया के लिये सिर्फ ज़बान सीखे या हिसाब अक़्लीदस जुगराफ़िया जाईज़ इल्म पढ़ने में हरज नहीं बशर्ते कि हमातन इसमें मसरूफ़ होकर अपने दीन व इल्म से ग़ाफ़िल न हो जाये, वरना जो चीज़ अपना दीन व इल्म बक़द्रे फ़र्ज़ सीखने में मानेअ आये ह़राम है। इसी तरह वह किताबें जिनमें नसारा के अक़ाइदे बातिला मिस्ल इन्कारे वजूदे आसमान वग़ैरह दर्ज हैं, उनका पढ़ना भी रवा नहीं।" (फ़तावा रज़वियाः जि0 दहुम अव्वल, पे0 99, मतबूआ़ बीसलपुर)

और सवाल हुआ ऐसी अंग्रज़ी पढ़ना जाईज़ है या नहीं और बाज़ अंग्रेज़ी ख़्वाँ कहते हैं, मौलवी लोग क्या जानते हैं, क्या इस लफ़्ज़ से इल्म की हक़ारत नहीं हुई, अगर ऐसा कहे तो काफ़िर होगा या नहीं? तो इसके जवाब में तहरीर फ़रमायाः

"ऐसी अंग्रेज़ी पढ़ना जिससे अक़ाइद फ़ासिद हों और जिससे उलमा–ए–दीन की तौहीन दिल में आये, अंग्रेज़ी हो ख़्वाह कुछ हो ऐसी चीज़ पढ़ना ह़राम है और यह लफ़्ज़ कि "मौलवी लोग क्या जानते हैं" इससे ज़रूर उलमा की तहक़ीर निकलती है और उलमा–ए–दीन की तह़क़ीर कुफ़्र है।" (फ़तावा रज़वियाः 6/24, मुबारकपुर)

इससे मालूम हुआ कि आला हज़रत के नज़दीक मुतलक़ अंग्रेज़ी की तालीम मना नहीं, हाँ

और ख़्वाब की बात ख़िलाफ़े शरअ़ उमूर में मसमूअ़ (सुनने के लायक़) नहीं हो सकती।'' (फ़तावा रज़वियाः 4/15))

''जिस क़ब्र का यह भी हाल मालूम न हो कि यह मुसलमान की है या काफ़िर की उसकी ज़ियारत करनी, फ़ातिहा देनी हरगिज़ जाईज़ नहीं कि क़ब्रे मुसलमान की ज़ियारत सुन्नत है और फ़ातिहा मुस्तह़ब और क़ब्रे काफ़िर की ज़ियारत ह़राम है और उसे ईसाले सवाब का क़स्द कुफ़्र.....तो जो अम्र सुन्नत व ह़राम या मुस्तह़ब व कुफ़्र में मुतरद्दिद हो वह ज़रूर ह़राम व ममनूअ़ है।'' (फ़तावा रज़वियाः 4/141)

क़ब्र पर शीरीनी ले जाना कैसा है?

''मालीदा, शीरीनी ख़ुसूसियाते उरफ़िया में हैं, अगर वुजूब न जाने, ह़रज नहीं और क़ब्र पर ले जाने की ज़रूरत न इसमें मअ़सियत। हाँ इसे शरअ़न लाज़िम जाने या बग़ैर उसके फ़ातिह़ा का क़ुबूल न समझे तो यह ऐतेक़ादे फ़ासिद है, इससे ऐह़तेराज़ (बचना) लाज़िम है और ले जाये तो शीरीनी क़ब्र पर न रखे।'' (फ़तावा रज़वियाः 4/208)

क़ब्र पर लोबान अगरबत्ती और चराग़

''ऊद, लोबान वग़ैरह कोई चीज़ नफ़्से क़ब्र पर रखकर जलाने से ऐहतेराज़ (परहेज़) चाहिए, अगरचे किसी बर्तन में हो, (फ़ाले बद की वजह से कि क़ब्र के ऊपर धुआँ उठना अच्छा नहीं)..... और क़रीबे क़ब्र सुलगाना अगर वहाँ न कुछ लोग बैठे हों न कोई ताली (तिलावत करने वाला) या ज़ाकिर (ज़िक्र करने वाला) हो, बल्कि सिर्फ़ क़ब्र के लिये जलाकर चला आये तो ज़ाहिर मना है कि इसराफ़ व इज़ाअ़ते माल (फ़ुज़ूल ख़र्ची और माल बर्बाद करना) है।'' (फ़तावा रज़वियाः 4/141)

तबरूर्काते बुज़ुर्गाने दीन से माल कमाना

''तबरूर्काते शरीफ़ा जिसके पास हों उनकी ज़ियारत करने पर लोगों से इसका कुछ मांगना सख़्त शनीअ़ (बुरा) है। जो तन्दुरूस्त हो, आज़ा सही रखता हो, नौकरी ख़्वाह मज़दूरी अगरचे डलिया ढोने के ज़रिये से रोटी कमा सकता हो, उसे सवाल करना ह़राम है। रसूलुल्लाह सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम फ़रमाते हैंः ग़नी या सकत वाले तन्दुरूस्त के लिये सदक़ा (यानी वाजिबा) ह़लाल नहीं।'' (बदरूल अनवार फ़ी आदाबिल आसारः पे0 4, मतबूआ़ मुबारकपुर)

क़ुरआन से फ़ॉल निकालना कैसा?

''क़ुरआ़ने अज़ीम से फ़ॉल देखने में अइम्मा–ए–मज़ाहिबे अरबआ के चार क़ौल हैंः बाज़ हम्बलिया मुबाह़ कहते हैं और शाफ़इया मकरूहे तंजीही और मालिकिया ह़राम और हमारे उलमा–ए–ह़नफ़िया फ़रमाते हैं नाजाईज़ व ममनूअ़ व मकरूहे तह़रीमी है। क़ुरआ़ने अज़ीम इसलिए न उतारा गया, हमारा क़ौल, क़ौले मालिकिया के क़रीब है, बल्कि इन्दत तह़क़ीक़ दोनों का हासिल एक है। बिल जुम्ला (ख़ुलासा) मज़हब यही है कि मना '' (फ़तावा अफ़्रीक़ाः पे0 160)

लिहाज़ा जिन बाज़ किताबों में क़ुरआ़न से फ़ाल निकालने का तरीक़ा लिखा है, हम अह़नाफ़ के नज़दीक सही नहीं इससे बचना ज़रूरी है।

सियाह ख़िज़ाब की ह़ुरमत

सवाल हुआ कि सियाह ख़िज़ाब लगाना जाईज़ है या नहीं, तो आला हज़रत इमाम अह़मद रज़ा ने इरशाद फ़रमायाः

''सुर्ख़ या ज़र्द ख़िज़ाब अच्छा है और ज़र्द बेहतर और सियाह ख़िज़ाब को ह़दीस में फ़रमाया ''काफ़िर का ख़िज़ाब'' है। दूसरी ह़दीस में हैः ''अल्लाह तआ़ला रोज़े क़यामत उसका मुँह काला करेगा।'' जवाज़ का फ़तवा बातिल व मरदूद है।'' (अह़कामे शरीअ़तः 1/72)

आख़िरी चहार शम्बा (आख़िरी बुध)

माहे सफ़र के आख़िरी चहार शम्बा की निस्बत जो यह मशहूर है कि सय्यदे आ़लम सल्लल्लाहु तआ़ला अलैहि वसल्लम ने इसमें ग़ुस्ले सेह़त फ़रमाया, इसी बिना पर तमाम हिन्दुस्तान के मुसलमान इस दिन को ईद का दिन समझते, ग़ुस्ल और ख़ुशी का इज़हार करते हैं, शरअ़े मुतह्हर में इसकी असल है या नहीं?.....इसके जवाब में इरशाद फ़रमायाः

हो जाती है और जब तक वापस आती है मलाइका लानत करते रहते हैं.... सिवाए रौज़ा–ए–अनवर के किसी मज़ार पर जाने की इजाज़त नहीं, वहाँ की हाज़िरी अलबत्ता सुन्नते जलीला अज़ीमा क़रीब ब वाजिबात है।'' (अल–मल्फ़ूज़: 2/106)

ताक़ों पर शहीद मर्द का अक़ीदा महज़ वहम है

बाज़ लोग कहते हैं फ़लाँ दरख़्त पर शहीद मर्द हैं, फ़लाँ ताक़ में शहीद मर्द रहते हैं और उस दरख़्त और उस ताक़ के पास जाकर हर जुमेरात को चावल, शीरीनी वग़ैरह पर फ़ातिहा दिलाते हैं, हार लटकाते हैं, लोबान सुलगाते हैं, मुरादें माँगते हैं, जब इसके बारे में सवाल हुआ तो जवाब में इरशाद फ़रमाया:

''यह सब वाहियात ख़ुराफ़ात और जाहिलाना हेमाक़ात व बेतालात (बेकार बातें) हैं, इनका एज़ाला (मिटाना) लाज़िम। '' (अहकामे शरीअ़त: जि0 1,पे0 13)

मुहर्रम व सफ़र में निकाह मना नहीं

अर्ज़ किया गया: क्या मुहर्रम व सफ़र में निकाह करना मना है? तो इरशाद फ़रमाया:

''निकाह किसी महीना में मना नहीं। यह ग़लत मशहूर है।'' (अल–मल्फ़ूज़: जि0 1, पे0 36)

ग़लत और मौज़ूअ़ रिवायात का रद्

बहुत सी ग़लत रिवायात किताबों में लिखी हैं और कुछ अवाम में मशहूर, बाज़ ग़ौस पाक से मुताल्लिक़, बाज़ ख़ुल्फ़ा–ए–राशिदीन सहाबा और अहले बैत से मुताल्लिक़ और बाज़ ख़ुद सरकारे अक़्दस सल्लल्लाहु तआ़ला अलैहि वसल्लम से मुताल्लिक़। इन तमाम रिवायात और मौज़ूअ़ अहादीस का आला हज़रत अलैहिर्रहमा ने सख़्त रद् फ़रमाया है और जिनकी वाक़ई कोई तावील बन सकती थी, उसकी तावील की है।

इस सिलसिले में मौलाना यासीन अख़्तर मिस्बाही ने अपनी किताब ''इमाम अहमद रज़ा और रद्दे बिदआ़त व मुन्किरात'' में 16 सफ़हात तहरीर फ़रमाये हैं, जबकि वह भी पूरे मवाद को नहीं समेट सके है, यह मज़मून और इक़्तिबासात असल किताब में मुलाहज़ा किये जा सकते हैं, जो फ़तावा रज़विया, अहकामे शरीअ़त, इरफ़ाने शरीअ़त, फ़तावा अफ़्रीक़ा और अल–मल्फ़ूज़ से माख़ूज़ हैं। गर्ज़ हर ग़लत बात की तरदीद हज़रत इमाम अहमद रज़ा का तुर्रा–ए–इम्तियाज़ है और इसी में उनकी शाने तजदीद का जलवा आशकार।

मुसलमानों की क़ब्रों के आदाब

आज कल मुस्लिम क़ब्रिस्तानों की बे–हुरमती आम है। आला हज़रत अलैहिर्रहमा से मक़ाबिरे मुस्लिमीन से मुताल्लिक़ सवालात हुए तो इरशाद फ़रमाया:

''क़ब्रों पर चलने की मुमानअ़त है न कि जूता पहनना कि सख़्त तौहीने अम्वाते मुस्लिमीन (मुसलमान मुर्दों की) है, हाँ जो क़दीम रास्ता क़ब्रिस्तान में हो, जिसमें क़ब्र नहीं उसमें चलना जाईज़ है, अगरचे जूता पहने हो, क़ब्रों पर घोड़े बांधना, चारपाई बिछाना, सोना बैठना सब मना है।'' (फ़तावा रज़विया: 4/107)

दूसरी जगह तहरीर फ़रमाते हैं:

''क़ुबूरे मुस्लिमीन पर चलना जाईज़ नहीं, इन पर पाँव रखना जाईज़ नहीं, यहाँ तक कि अइम्मा ने तसरीह फ़रमाई है कि क़ब्रिस्तान में जो नया रास्ता पैदा हुआ हो उसमें चलना हराम है और जिनके अक़रबा (क़रीबी लोग) ऐसी जगह दफ़न हों कि उनके गिर्द क़ब्रें हो गई हों और इसे उनकी क़ुबूर तक और क़ब्रों पर पाँव रखे बग़ैर जाना नामुमकिन हो, दूर ही से फ़ातिहा पढ़े और पास न जाये।'' (फ़तावा रज़विया: 4/107)

मज़ीद एक जगह फ़रमाते हैं:

''क़ब्र पर नमाज़ पढ़ना हराम, क़ब्र की तरफ़ नमाज़ पढ़ना हराम और मुसलमान की क़ब्र पर क़दम रखना हराम, क़ब्रों पर मस्जिद बनाना या ज़राअ़त (खेती) वग़ैरह करना हराम।'' (इरफ़ाने शरीअ़त: 2/2)

फ़र्ज़ी क़ब्रों का हुक्म

फ़र्ज़ी और मसनूई क़ब्र के बारे में सवाल के जवाब में फ़रमाया:

''क़ब्र बिला मक़बूर (फ़र्ज़ी क़ब्र) की ज़ियारत की तरफ़ बुलाना और उसके लिये वह अफ़आ़ल (चादरें चढ़ाना वग़ैरह) कराना गुनाह है।'' (फ़तावा रज़विया: 4/115)

''फ़र्ज़ी मज़ार बनाना और उसके साथ असल का सा मामला करना नाजाईज़ व बिदअ़त है

(खुद ही) गुनाह व नाजाईज़ है।'' (इरफ़ाने शरीअ़तः 1, पे0 27, 28)

मुहर्रम में सोग और ताज़ियादारी

ताज़िया की असल तो बस इतनी थी कि रौज़ा–ए–इमाम आ़ली मक़ाम सय्यदुश्शोहदा रज़ियल्लाहु तआ़ला अ़न्हु का नक़्शा बनाकर बतौरे यादगार घरों में रखा जाता। जैसे कि ख़ाना–ए–काबा व रौज़ा–ए–सरकारे मुस्तफ़ा सल्लल्लाहु तआ़ला अलैहि वसल्लम के नक़्शे। जैसे यह जाईज़ वह भी जाईज़, लेकिन अब रौज़ा–ए–इमाम के नक़्शे के साथ तरह तरह की ख़ुराफ़ात ने इसको ममनूअ़ व नाजाईज़ बना दिया। मसलन इस नक़्शा–ए–रौज़ा–ए–इमाम को क़ब्रे इमाम आ़ली मक़ाम समझना, इससे मुरादें माँगना, इसके सामने झुकना, इसका तवाफ़ करना, बाजे ताशे से इसका जुलूस निकालना, हर साल इसे मसनूई (नक़्ली) कर्बला ले जाकर माल ज़ाए करना, नौहा ख़्वानी व सीना पीटना और फिर अब नक़्शे भी ऐसे बनाये जाते हैं जो रौज़ा–ए–इमाम आ़ली मक़ाम से कुछ इलाक़ा नहीं रखते, नई–नई तराश और मन घड़त शकलें बना ली गई हैं और इनको रौज़ा–ए–इमाम से तशबीह दी जाती है। इस क़िस्म की ताज़ियादारी ज़ाहिर है कि नाजाईज़ है कोई भी अक़्ल व होश वाला इसके जवाज़ का क़ाइल नहीं, इसलिए आला हज़रत अलैहिर्रहमतुर रिज़वान ने भी इसको नाजाईज़ कहा और इसके ख़िलाफ़ फ़तवा दिया। मुलाहज़ा हो रसाइले आला हज़रतः बदरूल अनवार, रिसाला ताज़ियादारी और फ़तावा रज़विया जिल्द 10 और अल–मल्फ़ूज़ शरीफ़ जिल्द 2, पेज न0 87, इरफ़ाने शरीअ़तः पे0 16 वग़ैरह।

सवाल हुआः

(1) बाज़ अहले सुन्नत व जमाअ़त अशरा–ए–मुहर्रम (मुहर्रम के दस दिनों) में न तो दिन भर रोटी पकाते हैं और न झाड़ू देते हैं, कहते हैं ताज़िया दफ़न होने के बाद रोटी पकाई जायेगी।

(2) दस दिन कपड़े नहीं उतारते।

(3) माहे मुहर्रम में कोई शादी बियाह नहीं करते।

(4) इन अय्याम में सिवाए इमाम हसन व इमाम हुसैन रज़ियल्लाहु अ़न्हुमा के किसी की नियाज़ फ़ातिहा नहीं दिलाते। यह जाईज़ हैं या नाजाईज़। तो जवाब दियाः

''पहली तीनों बातें सोग हैं और सोग ह़राम है और चौथी बात जिहालत है। हर महीने में हर तारीख़ में हर वली की नियाज़ और हर मुसलमान की फ़ातिहा हो सकती है।'' (अह़कामे शरीअ़तः जि0 1,पे0 75)

क़व्वाली मअ़ मज़ामीर का शरई हुक्म

ढोल सारंगी के साथ क़व्वाली का हुक्म पूछा गया तो इरशाद फ़रमायाः

''ऐसी क़व्वाली ह़राम है, ह़ाज़िरीन सब गुनाहगार हैं और इनका सबका गुनाह ऐसा उर्स करने वालों और क़व्वालों पर है और क़व्वालों का भी गुनाह इस उर्स करने वाले पर बग़ैर इसके कि उर्स करने वाले के माथे क़व्वालों का गुनाह जाने से क़व्वालों पर से गुनाह की कुछ कमी आये, या इसके और क़व्वालों के ज़िम्मे ह़ाज़िरीन का वबाल पड़ने से ह़ाज़िरीन के गुनाह में कुछ तख़्फ़ीफ़ (कमी) हो।'' (अह़कामे शरीअ़तः जि0 1,पे0 29)

यह पूरे चार सफ़ह़ात पर मुश्तमिल तफ़सीली फ़तवा है जो दलाइल से पुर है। अह़कामे शरीअ़त के अलावा फ़तावा रज़विया जिल्द 10 के मुतअ़द्दिद मक़ामात पर भी क़व्वाली मअ़ मज़ामीर के बारे में मुमानअ़त के अह़काम लिखे हैं।

औरतों का मज़ारात पर जाना कैसा?

औरतों के मज़ाराते औलिया और आम क़ब्रों पर जाने के बारे में सवालात के जवाब में अरक़ाम फ़रमायाः

''औरतों के मज़ाराते औलिया, मक़ाबिरे अवाम दोनों पर जाने की मुमानअ़त है।'' (अह़कामे शरीअ़तः जि0 2,पे0 18)

असह़ (ज़्यादा सही) यह है कि औरतों को क़ब्रों पर जाने की इजाज़त नहीं।'' (फ़तावा रज़वियाः जि0 4, पे0 165)

''ग़ुनिया में है यह न पूछो कि औरतों का मज़ारात पर जाना, जाईज़ है या नहीं, बल्कि यह पूछो कि उस औरत पर किस क़द्र लानत होती है अल्लाह की तरफ़ से और किस क़द्र साहिबे क़ब्र की जानिब से, जिस वक़्त वह घर से इरादा करती है लानत शुरू

तालीमाते इमाम अहमद रज़ा

कुद्दसा सिर्रुहू

मौलाना मुहम्मद अ़ब्दुल मुबीन नोमानी क़ादिरी

कुफ्र बकने वालों का हुक्म

जो कहेः ''अगर हिन्दू होते तो बेहतर था यह तीस रोज़े तो न रखने पड़ते''। या जो कहेः ''यह तीस रोज़े नहीं पूरी क़ैद है'' तो उनका हुक्म बयान करते हुए इरशाद फ़रमाते हैंः

''यह दोनों शख़्स यक़ीनन काफ़िर मुरतद हैं, अगर औरत रखते हों तो उनकी औरतें उनके निकाह से निकल गईं, उन औरतों को इख़्तियार है कि बादे इद्दत जिससे चाहें निकाह कर लें।

यह काफ़िर अगर तौबा न करें, अज़ सिरे नौ इस्लाम न लायें तो मुसलमान को उनसे मेल जोल ह़राम, सलाम कलाम ह़राम, बीमार पड़ें तो उन्हें पूछने जाना ह़राम, मर जायें तो उनके जनाज़े में शिरकत ह़राम, उन्हें गुस्ल देना ह़राम, उन पर नमाज़ पढ़ना ह़राम, उनका जनाज़ा कंधे पर रखना ह़राम, जनाज़े के साथ जाना ह़राम, मक़ाबिरे मुस्लिमीन (मुसलमानों के क़ब्रिस्तान) में दफ़न करना ह़राम।'' (फ़तावा रज़वियाः जि0 6/129)

फ़ासिक़ मीलाद ख़्वाँ का हुक्म

नमाज़ छोड़ने वालो, शराबी, दाढ़ी कतरवाने या मुण्डवाने वालों और मौज़ूअ़ रिवायात बयान करने वालों से मीलाद शरीफ़ पढ़वाना और उनको मिम्बर पर जगह देना कैसा है? इस सवाल के जवाब में इरशाद फ़रमाते हैंः

''अफ़आ़ले मज़कूरा सख़्त कबाइर हैं। उनका मुरतकिब अशद फ़ासिक़ व फ़ाजिर व मुस्तहिक़्क़े अज़ाबे यज़्दाँ व ग़ज़बे रह़मान। उसे मिम्बर व मस्नद पर कि हक़ीक़तन मस्नदे हुज़ूर पुरनूर सय्यदे आ़लम सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम है ताज़ीमन बिठाना, उससे मजलिस पढ़वाना ह़राम है। रिवायाते मौज़ूआ़ पढ़ना भी ह़राम, सुनना भी ह़राम, ऐसी मजालिस से अल्लाह तआ़ला व हुज़ूरे अक़्दस सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम कमाले नाराज़ हैं, ऐसी मजालिस और इनका पढ़ने वाला और इस ह़ाल से आगाही पाकर भी हाज़िर होने वाला सब मुस्तहिक़्क़े ग़ज़बे इलाही हैं।'' (फ़तावा रज़वियाः जि0 10, पे0 218)

कुफ़्फ़ार के मेलों में जाना कैसा?

हिन्दुओं के मेलों, दशहरे वग़ैरह में जाने की बाबत फ़रमायाः

''उनका मेला देखने के लिये जाना मुतलक़न नाजाईज़ है और अगर तिजारत के लिये जाये तो अगर मेला उनके कुफ़्र व शिर्क का है जाना, नाजाईज़ व ममनूअ़ है कि अब वह जगह उनका मअ़बद (मन्दिर) है और मअ़बदे कुफ़्फ़ार में जाना गुनाह। और अगर (मेला) लहवो लइब (खेल–तमाशे) का है और खुद उससे बचे, न उसमें शरीक हो न उसे देखे, न वह चीज़ें जो उनके ममनूअ़ लहवो लइबे की हों (उनमें) बेचे तो जाईज़ है, फिर भी मुनासिब नहीं कि उनका मजमा, हर वक़्त महल्ले लानत (लानत की जगह) है तो इससे दूरी ही में ख़ैर (भलाई) और अगर खुद शरीक हो या तमाशा देखे या उनके लहवे ममनूअ़ (नाजाईज़ खेल) की चीज़ें बेचे तो आप ही

صحافت کی دنیا میں ایک قیمتی اور بیش بہا اضافہ

خلیفۂ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی صاحب قبلہ (قنوج)

نازش لوح وقلم گرامی قدر حضرت علامہ اشرف رضا صاحب قادری

ایڈیٹر سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام و نیاز

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہے

میرے پیش نظر اس وقت سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کا ایک شمارہ ہے، اسے دیکھ کر مجھے بے پناہ مسرت و شادمانی ہوئی کہ صحافت کی دنیا میں یہ ایک قیمتی اور بیش بہا اضافہ ہے، شمارہ ہر طرح سے دیدہ زیب اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین و آراستہ ہے، اس کے مضامین کی عمدگی کے ساتھ حسن ترتیب بھی دلکش ہے نیز اس کی ترتیب اس انداز میں ہے کہ اس کے مضامین و تاثرات کو ان کے مناسب مقام و موزونیت کے ساتھ سجایا گیا ہے، جس سے قارئین کو احساس تکدر نہ ہوگا، ایک رسالے کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ پڑھنے والا اسے ایک نشست میں پڑھ لے، جب رسالہ دلچسپ ہوتا ہے تو قاری اور مطالعہ کرنے والے کو اس سے وحشت و گھبراہٹ نہیں ہوتی بلکہ جب تک اسے وہ نشاط و رغبت کے ساتھ پڑھ نہیں لیتا اسے قرار نہیں ملتا ہے، سچ یہ ہے کہ سہ ماہی امین شریعت کے اندر اس طرح کی خوبیاں موجود ہیں جو قاری کے لئے باعث کشش اور رغبت و دلچسپی کا سبب ہیں، جب رسالہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس کا سہرا اس کے ایڈیٹر اور مدیر کے سر جاتا ہے، اس تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے حضرت علامہ اشرف رضا صاحب نے جو محنت و کاوش فرمائی ہے اس کے لئے وہ مبارک باد اور خراج تحسین و تبریک کے مستحق و حق دار ہیں، خدا کرے اس رسالے کی عمر دراز ہو کیوں کہ اہل سنت و جماعت میں یہ ہوتا آیا ہے کہ بہت سارے ادارے اور تنظیم و انجمن کی جانب سے ماہنامے اور سہ ماہی و سالانہ رسالے جاری ہوتے ہیں مگر جوانی اور بوڑھاپے کی منزل تو کیا کمسنی ہی میں وہ اپنا دم توڑ دیتے ہیں اس کی وجہ مال کی کمی و قلت ہو یا کچھ اور ہو لیکن ایسا ہوتا ہے، خدا کرے سہ ماہی امین شریعت کی عمر دراز سے دراز تر ہو اور یہ حسن و خوبی کے ساتھ مدتوں نکلتا رہے، مجھے امید ہے کہ یہ جس ذات گرامی سے منسوب ہے اس کے فیضان کرم سے اس کو استقامت نصیب ہوگی اور اس کی مقبولیت و شہرت آفاقی ہوگی۔ ان شاء اللہ

Designed at: Ahmad Publications Pvt. Ltd. Patna #8521889323

ADDRESS: QUATERLY AMINE SHARIAT, C/O KHANQAH E AMINE SHARIAT, NEAR BARADARI THANA KANKAR TOLA, OLD CITY, BAREILLY SHAREEF (U.P.) 243005 , **MOB. : 6395565173**
E-mail: 92ashrafrazakhan@gmail.com